رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

مضامین بنام ایڈیٹر
کاروباری امور کے متعلق خط وکتابت بنام مینجر ہو

فہرست مضامین

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۷ | مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۹ء | پنجشنبہ | مطابق ۱۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۸ھ | نمبر ۴۶

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بخیریت ہیں ✣

صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ایک ماہ کی رخصت پر تشریف لائے ہیں ✣

حال میں مارشیس سے ایک صاحب عظمت علی بھنو آئے ہیں۔

قادیان کی لوکل انجمن کی سالانہ جلسہ کے اخراجات کے لئے یہاں کے احباب میں تحریک بہت کامیاب ہوئی ہے۔ اکثر اصحاب نے اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لیا ہے۔ خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے ✣

جناب حافظ روشن علی صاحب چند روز بعارضہ بخار بیمار رہے اب بفضل خدا آرام ہے ✣

جشن فتح کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا

اعلان

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک اعلان کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو خاص طور پر ہدایت فرمائی ہے کہ ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ دسمبر کی تاریخوں میں جوکہ گورنمنٹ نے جشن فتح کے لئے قرار دی ہیں۔ اچھی طرح خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جائے۔ اور اظہار خوشی کی صورت حضور نے یہ تجویز فرمائی ہے کہ غرباء کو کھانا کھلایا جاوے اور صدقہ وخیرات کیا جائے۔ نیز جلسے کرکے خدا تعالےٰ کے فضل پر اظہار امتنان کیا جائے اور گورنمنٹ انگریزی کی حفاظت اور سچے دین کیطرف ہدایت پانے کے لئے دعا کی جائے ✣

امید ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس تقریب پر خصوصیت کے ساتھ اظہار مسرت کے مندرجہ بالا طریقوں پر عمل پیرا ہونگے۔ اور نرمی اور محبت سے اپنے حلقہ اثر میں کوشش کرینگے۔ کہ دوسرے لوگ بھی اس موقع پر خوشی کا اظہار کریں ✣

یہاں قادیان میں ان ایام میں جشن فتح منانے کے لئے خاص انتظام ہوا ہے۔ مضافات کے لوگوں کو بھی مدعو کیا جائے گا اور ہر طرح جشن کو کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے گی ✣

اس جشن کے پروگرام سے جو اسی اخبار میں دوسری جگہ درج ہے۔ معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ یہاں ہر رنگ اور طریق سے خوشی اور مسرت کے اظہار کا سامان فراہم کیا جائے گا ✣

پروگرام جشن فتح گورنمنٹ برطانیہ

علاوہ جلسہ اظہار خوشی اور جلسہ دعا و صدقہ و خیرات اور طعام مساکین وغیرہ کے جو حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے ماتحت جشن فتح کے موقع پر ہمارے اصل مقصد ہیں۔ قادیان میں اس موقع پر طلباء مدارس احمدیہ وغیرہ کی خوشی کے لئے ٹورنمنٹ کا بھی انتظام کیا گیا ہے جس کا پروگرام درج ذیل ہے:-

پہلا دن ۱۳ دسمبر

ہاکی۔ ۹ بجے سے ۱۰½ بجے تک
کرکٹ۔ ۱۰¾ " " ۱۲¾ بجے تک
نماز ظہر ۱۲¾ " " ۱½ " "
ٹینس ۱½ " " ۳½ " "
نماز عصر ۳½ " " ۴ " "
فٹ بال ۴ " " ۵½ " "

دوسرا دن ۱۴ دسمبر

ہاکی ۹ بجے سے ۱۰½ بجے تک
کرکٹ ۱۰¾ " " ۱۲¾ " "
نماز ظہر ۱۲¾ " " ۱½ " "
بیڈمنٹن ۱½ " " ۳½ " "
نماز عصر ۳½ " " ۴ " "
فٹ بال ۴ " " ۵½ " "

تیسرا دن ۱۵ دسمبر

ہاکی ۸½ بجے سے ۱۰ بجے تک
مختلف دوڑیں (Races) ۱۰۰ گز، پیچھے دوڑ
ہرڈل دوڑ وغیرہ ۱۰ بجے سے ۱۲¾ بجے تک
نماز ظہر ۱۲¾ " " ۱½ " "
ٹینگ پانگ۔ ۴۴۰ دوڑ لانگ جمپ۔ ہائی جمپ
سائیکل ریس وغیرہ بال پھینکنا گولہ پھینکنا
۱½ بجے سے ۳½ بجے تک
نماز عصر ۳½ بجے سے ۴ " "

چوتھا دن ۱۶ دسمبر

رسہ کشی ۱۰ بجے سے ۱۱½ بجے تک
نیزہ بازی۔ گھوڑ دوڑ۔ گتکہ وغیرہ ۲ بجے سے ۴ تک
جلسہ تقسیم انعامات۔ بعد نماز عصر

المعلن
ناظر امور عامہ

امریکہ میں مسلم مشن

تھوڑا عرصہ ہوا لکھنؤ میں "مسلم کانفرنس" کے نام سے مسلمانان ہند کا ایک خاص جلسہ معاملات ٹرکی کے متعلق ہوا تھا۔ اس کانفرنس کے سکرٹری صاحب کی طرف سے امام جماعت احمدیہ کو بھی شمولیت کی دعوت دیگئی تھی جس پر آپ نے ایک کھلی چٹھی چھپوا کر اس جلسہ میں شائع کی۔ جس میں آپ نے ثابت کیا۔ کہ ٹرکی کے ساتھ عمدہ برتاؤ اور اچھا سلوک صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ ان غلط فہمیوں کو جو اسلام کے متعلق مغربی ممالک کے باشندوں کے دلوں میں عموماً اور فرانس اور امریکہ کے لوگوں میں خصوصاً جاگزیں ہیں۔ ان کا ازالہ کیا جائے ؛

اس کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے یہ طریق تجویز فرمایا تھا۔ کہ فرانس اور امریکہ میں اسلامی مشن بلا تاخیر قائم کر دیئے جائیں۔ یہ چٹھی اس کانفرنس میں شامل ہونیوالے اصحاب میں عام طور پر تقسیم کی گئی تھی۔ گو اس وقت اس پر کوئی خاص نوٹس نہ لیا گیا۔ لیکن ان خطوط سے جو بیرونی لوگوں سے موصول ہو رہے ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو اس چٹھی میں پیشکردہ تجاویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور دل وجان سے چاہتا ہے۔ کہ ان پر عملدرآمد شروع ہو جائے ایسے لوگوں کے اطمینان اور تسلی کے لئے میں اطلاع دیتا ہوں کہ امام جماعت احمدیہ نے بغیر کسی دوسری انجمن کی شمولیت کا انتظار کئے امریکہ میں ایک اسلامی مشن بہت جلد قائم کرنے کا فیصلہ فرما لیا ہے ؛

یہ تو عام طور پر معلوم ہی ہے کہ امام جماعت احمدیہ کے چار نمائندے انگلینڈ میں جناب مفتی محمد صادق صاحب ایم۔ آر۔ اے ایس فلاسفر بی۔ اے ایس۔ بی۔ ایف۔ پی سی۔ دلنڈن کے ماتحت کام کرتے رہے ہیں۔ اور ان کو اس وقت تک خاص انگلینڈ کے باشندوں نیز بیرونی لوگوں میں تسلی بخش کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ اب ان میں سے جناب مفتی محمد صادق صاحب کو .... حضرت خلیفۃ المسیح نے بذریعہ تار ارجنٹ حکم بھیجا ہے۔ کہ وہ فوراً امریکہ روانہ ہو جائیں ان سطور کے شائع کرنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ان تجاویز پر جو لکھنؤ کانفرنس میں پیش کی گئی تھیں۔ عملدرآمد شروع ہو گیا ہے ؛

اس کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ مشن امام جماعت احمدیہ کی ہدایت کے ماتحت بھیجا جا رہا ہے۔ اور دوسرے احمدیہ مشنوں کی طرح محض مذہبی مشن ہو گا۔ مگر ہم اس اصل کے مطابق جو کہ امام جماعت احمدیہ نے اپنی کھلی چٹھی میں تجویز کیا تھا کسی اور ایسوسی ایشن سے ملکر بھی کام کرنے کے لئے تیار ہیں ؛

خاکسار
رحیم بخش ناظر تالیف و اشاعت قادیان

اطلاع

جشن فتح کی مصروفیت اور شمولیت کی وجہ سے جو کہ ۱۳ تا ۱۶ دسمبر کو قادیان میں بڑی دھوم دھام اور خاص شان و شوکت کے ساتھ ہو گا ؛

۱۵ دسمبر ۱۹۱۹ء کا اخبار شائع نہیں ہو گا

احباب مطلع رہیں ؛

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - ۱۱ - دسمبر ۱۹۱۹ء

کیا اب کسی مُصلح کی ضرورت نہیں؟

مُسلمانوں میں اسلام نہیں رہا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ قرآن کریم نے غیر مسلموں اور اہل کتاب کے بگڑے ہوئے نقشہ کو جس صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ گویا موجودہ مُسلمانوں کی ہی حالت کا چربہ ہے۔ ہر آنکھوں والا انکی دگرگوں حالت کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بھی اس حالت کو دیکھا۔ اور اس کے مداوا کے لئے اپنا ایک نبی اپنے وعدوں کے مطابق مبعوث فرمایا۔ مگر مسلول اور مدقوق کی طرح یہ جان کے دشمن مریض اپنے مرض کو عین صحت خیال کرتے اور طبیب کو اپنا دشمن سمجھ کر جھٹلاتے اور اس پر ہنسی اڑاتے رہے مگر ظاہر ہے۔ کہ مریضوں کے یہ کہدینے سے کہ ہم تندرست ہیں۔ ہمدرد اور مشفق تیماردار اور طبیب ان کے علاج سے دست بردار نہیں ہو جایا کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مرض کی ایک یہ بھی حالت ہوتی ہے۔ کہ مریض طبیب کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اب بھی مُسلمان رُوحانی مرض کی شدت کی وجہ سے کسی روحانی معالج اور طبیب کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ ان کے مرض نے اتنا زور پکڑ لیا ہے۔ کہ انھی کے اہل قلم انہیں اس طرح مخاطب کرنے کے لئے مجبور ہو رہے ہیں۔ کہ :-

"تم اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھو کہ اپنے ہادی برحق کے ارشادات کی تعمیل کہاں تک کر رہے ہو۔ اور پھر اسپر دعوےٰ کہ ہم اس کی اُمت میں۔ جو رحمت للعالمین[1] ہے۔ ڈرو خدا سے ایسے بہتان۔ سچ پوچھو۔ تو تم ہرگز ہرگز اُمتہ رحمتہ اللعالمین کہلانیکے مستحق نہیں یہ تمہارا کہنا اس کے یہ تمہارا زبانی جمع خرچ ہے۔ اگر تم دل سے اس بات کے ماننے والے ہوتے۔ تو ضروری تھا۔ کہ تم اپنے چاہنے والے کے پورے پورے فرمانبردار ثابت ہوتے۔ لیکن یہ وہ بات ہے۔ جو تم میں اس وقت نظر نہیں آتی۔ ناظرین انتخاب اگر مجھ سے پوچھو تو میں کہوں گا۔ کہ مسلمان اب خدا کے بندے بھی نہیں رہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کے بندے ہوتے تو احکام خداوندی میں دل وجان سے مصروف نظر آتے۔ یہ مصیبتیں ان پر اس لئے نازل ہو رہی ہیں کیا یہ طرح طرح کی مُصیبتوں کا اسی لئے ہدف بن رہے ہیں۔ کہ انہوں نے نفس کی غلامی اختیار کر لی ہے" (انتخاب گوجرانوالہ ۲۴ نومبر ۱۹ء)

ان الفاظ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کی مذہبی اور دینی حالت کیسی ہے اور وہ کیا سے کیا بن گئے ہیں۔ اب ان سے ہم پُوچھتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ تو کیوں وہ خدا کے اس نبی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جو عین ضرورت کے وقت مبعوث ہُوا۔ اور جس کی تائید میں ہزارہا ارضی وسماوی نشانات ظاہر ہوئے۔ اگر کہا جائے کہ محض الٰہی کتاب ہمارے لئے کافی ہے۔ تو یہ دعویٰ باطل ہو گا۔ کیونکہ کتاب کو جب تک سکھانیوالا نہ ہو۔ کتاب چنداں مفید نہیں ہو سکتی

کیا اب بھی مسلمان کسی ایسے مصلح اور برگزیدہ خدا کے آنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ جو آکر ان کو حقیقی اسلام سکھائے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شیدائی بنائے۔ اور احکام خداوندی کو دل وجان سے بجالانے کی تلقین کرے۔ آہ! ان لوگوں کی حالت کیسی عبرت انگیز اور افسوسناک ہو گئی ہے۔ ایک طرف تو خود اعتراف کرتے ہیں۔ کہ ان میں اسلام کا نام ونشان نہیں رہا۔ اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت اور خدا تعالےٰ کے بندے کہلانے کے مستحق نہیں رہے۔ لیکن دوسری طرف اپنی اصلاح سے ایسے بے خبر اور لاپرواہ ہیں۔ کہ جب مصلح ربانی حضرت مرزا صاحب قادیانی کی طرف ان کو بلایا جاتا ہے۔ تو یہاں تک کہدیتے ہیں۔ مُسلمانوں نے تعلیم اسلام پر عمل کرنے میں کونسی کمی کر دی ہے کہ ان کے لئے کسی مصلح کی ضرورت ہو۔

اگر یہ لوگ اپنی حالت کی درستی اور اصلاح کی خواہش کو لے کر سچے دل کے ساتھ حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر غور کریں۔ تو ان پر واضح ہو جائے کہ وہ خدا جو بچے کی پیدائش سے بھی پہلے خوراک کا انتظام اس کی ماں کی چھاتیوں کے ذریعہ کر دیتا ہے۔ وہ خدا جو زمین کے اندر رہنے والے جانوروں کے لئے روزی بہم پہنچاتا ہے۔ وہ خدا جس نے انسانی ضروریات کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک چیز مہیا کر رکھی ہے۔ اسی خدا نے اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی روحانی حالت خراب ہو گئی تھی۔ ان کی اصلاح کے لئے اپنا ایک برگزیدہ انسان بھیجا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس ضرورت کو جو عام طور پر محسوس کی جا رہی ہے۔ پورا کر دیا ہے۔ اور اس بیماری کا جو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ علاج بتا دیا ہے۔ اب اس سے فائدہ اٹھانا لوگوں کا کام ہے۔

ایسے موقع بعض ایسی ہستیاں جو شقی ازلی ہوتی ہیں۔ کہدیا کرتی ہیں۔ کہ مسلمانوں کے پاس جو قرآن موجود ہے تو پھر کسی مصلح کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم کے ذریعہ ہی مسلمان اپنی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم کہتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے۔ کہ قرآن کریم کے ذریعہ مسلمانوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے یہ بھی ضروری ہو کہ قرآن کریم کو صحیح طور پر سمجھنے اور اس کے معارف اور نکات بیان کرنے والا بھی کوئی ہو۔ ورنہ اگر قرآن کریم کو بطور خود ہی پڑھنے سے اصلاح ہو سکتی۔ تو مسلمانوں کی حالت یہاں تک نہ پہونچتی۔ کیونکہ عام طور پر لوگوں کے گھروں میں قرآن کریم موجود ہیں۔ ان کو پڑھا بھی جاتا ہے۔ اس کے پڑھانے کے لئے مدرسے بھی جاری ہیں۔ مگر باوجود اس کے مسلمان خود تسلیم کر رہے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں رہے اس کی وجہ کیا ہے۔ کیا قرآن کریم میں اثر نہیں رہا۔ کیا قرآن کریم میں صداقت نہیں رہی۔ جذب نہیں رہا۔ سب کچھ ہے۔ اگر نہیں۔ تو پڑھنے پڑھانے والوں میں روحانیت نہیں رہی۔ اور چونکہ روحانیت کے نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کریم کو وہ سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے۔ پس اس کے لئے ضرورت تھی۔ کہ خدا تعالیٰ خود کسی انسان کو پاک اور مطہر کر کے دنیا میں بھیجتا۔ تاکہ وہ لوگوں کو پاک بننے کی راہ بتاتا اور قرآن کریم کی صحیح تعلیم پر چلاتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور

[1] صحیح رحمتہ للعالمین ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو بھیجا۔ جنہوں نے کئی لاکھ کی جماعت کو حقیقی اسلام سکھلا دیا۔ اور اب آپ سے فیض یافتہ اس فرض کو ادا کر رہے ہیں۔ اگلے ماہ دسمبر کی آخری تاریخوں میں اس جماعت کا جلسہ قادیان میں ہونیوالا ہے پس ان لوگوں کو جو اسلام سے محبت رکھتے اور چاہتے ہیں۔ کہ سچے مسلمان بنیں ضرور ان ایام میں یہاں آ کر دیکھنا چاہیئے۔ کہ کس طرح اسلام کے حکموں پر دل و جان سے عمل کیا جاتا۔ اور اپنے آپ کو سچا مومن بنانے کی کس قدر کوشش کی جاتی ہے ⁂

جوش و اخلاص کا عمدہ نمونہ اور جلسہ میں شریک ہونے کا اشتیاق

سیالکوٹ کی انجمن نے ضلع سیالکوٹ کے دیہات کا دورہ کر کے احمدی احباب سے چندہ کی وصولی اور تبلیغی کام کے لئے ایک صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب کو مقرر کیا ہے۔ انہوں نے حال میں اپنے دورہ کی جو رپورٹ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بھیجی ہے۔ وہ بہت دل خوش کن ہے۔ اور ذیل میں اس لئے درج کی جاتی ہے۔ کہ ہر جگہ کے احمدی احباب اپنے اندر ایسا ہی اخلاص اور جوش پیدا کریں۔ اور سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کے لئے خاص طور پر تیاری شروع کر دیں۔

مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔ "سیالکوٹ کی انجمن احمدیہ نے اس عاجز کو اس عہدہ پر مقرر کیا ہے کہ عاجز مضافات کی انجمنوں میں جا کر چندہ موعودہ وصول کرے۔ ہر ایک گاؤں کے احمدیوں کی تعداد شمار کرے۔ اور وعظ تبلیغ بھی کرے۔ جس انجمن میں میں پہونچا۔ یا جو اس انجمن کے ساتھ گاؤں تعلق رکھتے ہیں۔ وہاں کے احمدی بھائی بہت مخلص پائے۔ بڑے ادب سے پیش آئے۔ نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔ جمعہ کے روز سب کام کاج ترک کر کے مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں۔ صبح کے وقت درس قرآن کریم ہوتا ہے اور سننے والے سنتے ہیں۔ مستورات بھی اکثر حصہ لیتی ہیں آپس میں ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں۔ گویا کہ ایک جان اور ایک جسم نظر آتے ہیں۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم سب نظر آئے۔ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا ہی نظارہ مجھے نظر آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دعاوی اور نبوت کو ہر ایک کے آگے پیش کرتے ہیں۔ اور اسی میں مست ہیں۔ گویا یہ خوراک ان کی ہے اور کسی کے طعنہ و ملامت سے ذرہ نہیں گھبراتے۔ اور چندہ دینے میں جوشیلے نظر آئے۔ بعض اکیسواں حصہ آمدنی کا دیتے ہیں۔ اور بعض سولہواں حصہ اور بعض دسواں حصہ نکالتے ہیں۔ اور آٹھ یا پندراں روز کے بعد کمیٹی بھی کرتے ہیں۔ اور ہر ایک اسی دھن میں ہے۔ کہ کس وقت جلسہ سالانہ آوے۔ اور دار الامان جا کر اپنے پیارے نبی کا تخت گاہ دیکھیں۔ اور حضرت خلیفہ ثانی کا دیدار کریں۔ اور مسجد مبارک یا مسجد نور میں جا کر حضرت صاحب کے پیچھے نماز ادا کریں اور آپ کی زبان مبارک سے کلمات طیبات سنیں۔ ہر ایک کے گھر میں جلسہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ اور گن گن کر دن گذارتے ہیں۔ کیا مرد کیا عورتیں سب جلسہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ جس احمدی کے پاس پہونچا۔ بہت عزت اور ادب کے ساتھ پیش آیا۔ ایک مولوی صاحب کے پاس میں پہونچا۔ بڑے ذی عزت اور بڑے عالم فاضل تھے۔ اور یہ عاجز ان کے آگے طفل مکتب تھا۔ وہ میرے پاؤں دبانے لگے۔ کہ تم تھک گئے ہوگے۔ اسی طرح ایک سید صاحب بھی۔ یہ حضرت نبی احمد کی روح پھونکی ہوئی ہے" ⁂

کیا مصر میں کبھی ہندوؤں کی حکومت تھی

اخبار مسافر آگرہ اپنے ۲۰ نومبر کے پرچہ میں اس عجیب و غریب انکشاف کے لئے کہ "مصر میں ۳½ ہزار سال پہلے ہندوؤں کی حکومت تھی" یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ:۔

"کچھ عرصہ ہوا۔ کلکتہ کے ایک مسلمان سوداگر مصر کی سیر کو گئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر انہوں نے سکندریہ کے ایک قبرستان کا حال یوں اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ اس قبرستان کی آخری دیوار پر ایک سنگی بت خانہ قائم ہے۔ جسمیں ایک تصویر گاؤ مادہ کی ہے جو سنگ سفید کی تراشی ہوئی ہے۔ اور اس کے پہلو میں ایک بچہ کی تصویر ہے۔"

اور اس کے ساتھ یہ بھی لکھتا ہے کہ:۔

"یہ مصریوں کا بیان ہے۔ کہ یہ گئو شالہ سامری حضرۃ موسیٰ کے بھانجے کا بنایا ہوا ہے۔"

مسافر آگرہ نے یہ سمجھ کر کہ چونکہ مصر کے اس بت خانہ میں گائے کی تصویر ہے۔ اور گائے کی پرستش ہندو کرتے ہیں۔ اس لئے مصر میں اس زمانہ میں ہندوؤں ہی کی حکومت ہوگی۔ لیکن یہ محض خوش فہمی ہے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل جو مصر میں آباد تھے۔ وہ گائے کی پرستش کرتے تھے۔ چنانچہ[1] بائبل میں کئی مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے۔ اور اس مشرکانہ فعل کے انسداد کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ جو ان کی طرف نبی ہو کر آئے تھے۔ انہیں گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا[2]۔ اور انہوں نے اس کی تعمیل بھی کی۔ لیکن بعد میں پھر سامری کے ذریعہ گائے پرستی کی طرف جھک گئے۔ جس کی وجہ سے ان پر سخت عذاب نازل ہوا۔ یہ حالات بائبل میں موجود ہیں۔ پس مصر میں اگر گائے اور بچھڑے کے بت پائے جاتے ہیں۔ تو یہ اسی زمانہ کے ہیں نہ کہ ہندوؤں نے وہاں جا کر بنائے تھے کہ ان کو ان کی حکمرانی کا نشان قرار دیا جائے ⁂

باوجود اس کے کہ تاریخی طور پر یہ بالکل غلط ہے کہ ہندوؤں نے بطور حکمران کبھی مصر میں قدم رکھا۔ ہم پوچھتے ہیں۔ اگر گائے وغیرہ کے بتوں سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے۔ کہ آج سے ساڑھے تین ہزار سال قبل مصر میں ہندوؤں کی حکومت تھی۔ تو کیا مسافر آگرہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ ہندو مذہب میں جس کا آریہ سماج نے اب ویدک دہرم نام رکھ لیا ہے۔ بت پرستی کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک نہایت قدیم زمانہ سے ہندو بت پرستی کرتے چلے آ رہے ہیں ⁂

زکام سے محفوظ رہنے کا ایک نیا طریق۔

ولایتی اخبار ڈیلی میل رقمطراز ہے۔ کہ حال میں ڈاکٹروں نے زکام سے محفوظ رہنے کا ایک نیا طریق نکالا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ سانس لیتے وقت منہ

---

[1] استثناء ۹/۴ - اسلاطین ۱۲/۲۸ - نحمیاہ ۹/۱۸ زبور ۱۰۶/۱۹ یسعیاہ ۴۶/۱

[2] خروج ۳۲/۴ ⁂

بند رکھنا چاہیئے۔ اور ناک کے ذریعہ سانس لینا چاہیئے۔ زکام کے متعلق ڈاکٹروں کا خیال ہے۔ کہ منہ کے ذریعہ سانس لینے سے گلے کی جھلی پر جو نہایت باریک اور نازک ہوتی ہے۔ سردی اپنا اثر کرتی ہے۔ جس سے گلے میں خراش اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی سے بڑھ کر زکام وغیرہ کئی ایک بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ پس ان کی رائے ہے کہ مرطوب اور ٹھنڈی ہوا میں انسان کو منہ کے ذریعہ ہرگز سانس نہ لینا چاہیئے۔

زکام نہ صرف بذات خود ایک بہت تکلیف دہ عارضہ ہے بلکہ اس سے اور کئی قسم کی مہلک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اس کی روک تھام کے لئے یہ طریق نہایت سادہ اور آسان ہے۔ اس کا ضرور تجربہ کرنا چاہیئے۔

اہل بیت رسول اللہ کی ہتک

اگر شیعہ مذہب کی حقیقت دیکھی جائے۔ تو بس یہ دو باتیں ہیں تولا اور تبرا۔ یعنی اہل بیت رسول اللہ (جس میں بیویاں جن کو قرآن کریم میں اہل بیت کہا گیا شامل نہیں۔ اولاد شامل ہے مگر ایک لڑکی اور اس کا خاوند اور اس کی اولاد۔ مگر اس سے بھی "ام کلثوم" کو اہل بیت سے علیحدہ کرتے ہیں) کی محبت اور غیر اہلبیت (جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام فرزندان معنوی مراد ہیں۔ بجز ایک ابوذر غفاری اور ایک آدھ کسی اور شخص کے) کو گالیاں دینا۔ تبرا بازی میں تو یہ لوگ یہاں تک بڑھے ہیں۔ کہ جس کی حد و نہایت ہی نہیں لیکن ان کی محبت نے بھی ان بزرگوں کی شان کو گھٹانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ جن کی محبت بقول ان کے ان کا دین و ایمان ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ یزید نے حضرت امام حسین کو شہید کیا۔ اور آپ کے لاشہ کو بے حرمت کیا۔ اور سر کو نیزے پر بلند کر کے آپ کے اہل بیت کے ساتھ تشہیر کیا۔ اور اس خوشی میں یزید نے شادیانے بجوائے۔ نوجوں کی نمائش کی۔ لیکن حیرت ہے کہ یہ لوگ جو محبت کا دم بھرتے ہیں۔ انہوں نے ان بزرگوں کی ہتک کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ آئے سال یزید کے فعل کو تازہ کرتے۔ لاشے نکالتے۔ باجے بجاتے اور ان زخموں پر چرکے لگاتے ہیں۔ جو یزید کے ساتھیوں کی طرف سے ان بزرگوں کو لگائے گئے تھے۔ اگر یہ لوگ کہیں۔ کہ ہم تو ان کے غم کو تازہ کر کے اپنے ایمان کو رونق دیتے ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کیا وہ گوارا کریں گے۔ کہ اگر کوئی شخص ان کے کسی عزیز کو قتل کرے تو محض اس کے غم کو تازہ کرنے کے لئے ہمیشہ اس کا مجسمہ بنا کر ایسا کریں گے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن سمجھ نہیں آتا۔ کہ ان کی محبت اہل بیت کیسی محبت ہے۔ کہ ان سے ان کے حق میں ان غیرت سوز اور حمیت کش حرکات کا ارتکاب کراتی ہے۔ جو اپنی ذات کے لئے ان کو گوارا نہیں۔ پھر طرفہ یہ ہے۔ کہ یزید کے افعال کا چربہ اتارنے والے یہ خود ہوتے ہیں۔

خیر یہ تو ایسی باتیں ہیں۔ جن کو شیعہ حضرات اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ لیکن افسوس اور حیرت کا مقام ہے۔ کہ ان کے پاک لوگوں کو سب و شتم کرنے کا یہ نتیجہ نکل رہا ہے۔ کہ اہل بیت جن کی محبت کا ان کو دعویٰ ہے۔ وہ بھی ان کی گستاخی اور بے ادبی کا نشانہ بن رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۱۔ نومبر کے شیعہ کالج نیوز میں ایک "سلام" "از جناب مولوی سید صابر حسین خان صاحب متخلص بہ کوثر زیدالواسطی صفی پوری" شائع ہوا ہے۔ اس میں جسقدر مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ اس پر تو تعجب نہیں۔ کیونکہ یہ خصوصیات حضرات شیعہ میں سے ہے لیکن اس کا ایک شعر ہمارے نزدیک اہل بیت کی سخت ہتک کرنیوالا ہے۔ جو یہ ہے :-

> بعد قتل شہ دین کب تھا ستم ایسا کوئی
> نکلیں زینب در عصمت سے کھلے سر باہر

در عصمت سے نکلنا جو معنی رکھتا ہے ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ شیعہ حضرات خود سمجھ لیں اور دیکھیں کہ کیا اس شعر میں حضرت زینب بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک نہیں کی گئی۔ کیا یہ جاہل اور نادان کی دوستی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ دے۔ کہ یہ تعریف کے پردے میں سخت حملے آل رسول پر نہ کر جایا کریں۔

لاہور میں ٹریمویز چلانے کی تجویز

لاہور بوجہ دارالحکومت پنجاب ہونے کے ایک خاص شہر ہے۔ لیکن اس میں ٹریموے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ درآنحالیکہ بعض اتنے بڑے شہروں میں مدتوں سے ٹریموے چل رہی ہے۔ اب لاہور میں ٹریموے چلانے کے متعلق میونسپل کمیٹی لاہور غور کر رہی ہے۔ چنانچہ یہ معاملہ ایک سپیشل سب کمیٹی کے سپرد کیا گیا جس نے مندرجہ ذیل تجاویز جنرل کمیٹی میں بھیجی ہیں۔

(۱) تجویز شدہ سسٹم کسی پرائیویٹ کمپنی کے سپرد کیا جاوے۔ اور کمیٹی خود جاری نہ کرے۔

(۲) ٹریموے ذیل کی سڑکوں پر چلے۔ ریلوے سٹیشن سے دہلی دروازہ سرکلر روڈ۔ کچہری۔ انار کلی۔ ملتان روڈ۔ مزنگ۔ جنرل پوسٹ آفس۔ چیفس کالج۔ ٹمپل روڈ سے اچھرہ۔ میو روڈ سے لاہور چھاؤنی۔ شاہدرہ اور شالامار وغیرہ۔

(۳) اشتہارات کے ذریعہ ٹریموے کے اقسام کے متعلق درخواستیں لیجائیں۔ درخواست کا فارم میونسپلٹی بہم پہنچائے۔

(۴) درخواستیں آنے پر سپیشل سب کمیٹی ..... غور کرنے کے بعد جنرل کمیٹی میں اپنے فیصلے کے متعلق اطلاع دے۔ ان تجاویز کو جنرل کمیٹی نے منظور کیا ہے۔ امید ہے کہ اس کے متعلق عنقریب کارروائی شروع ہو جائیگی۔

ہندوستان میں جاپانی مال کی درآمد

ہندوستان کے جدید تعلیم یافتہ گروہ میں سے ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جو اپنے ملک میں صنعت و حرفت کی ترویج میں کوشاں ہوں یا ہندوستان کی صناعات قدیمہ کے احیاء کے طالب ہوں یا کم از کم ملکی مصنوعات کو بنظر پسندیدگی دیکھتے اور ملکی صناعوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں پسندیدگی کرتے ہوں۔ بلکہ کثیر حصہ جدید تعلیم یافتہ لوگوں کا اسی قسم کا ہے۔ جو فیشن پرستی کی رو میں بہ رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ملک میں صنعت و حرفت نہ ہونے کے باعث ملک کی دولت نکلی چلی جا رہی ہے۔ اور اہل ملک دن بدن بے دست و پا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بیرونی ممالک کی اشیاء کا استعمال حرام ہے۔ مگر ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اپنے ہاتھ پیر کو اتنا توڑ بیٹھنا کہ زندگی کی ادنیٰ ادنیٰ ضروریات تک میں بھی دوسروں کا دست نگر ہونا پڑے کوئی زندگی نہیں ہے۔ ملک کی صنعت و حرفت کی طرف سے بے پروائی اور ہندوستان کی دولت دوسرے ممالک میں جانے کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ مسٹر مانٹیگو وزیر ہند کے بیان کے مطابق گذشتہ ۳۱ مارچ ۱۹۱۸ء تک پانچ سال میں جاپانی مال ہر سال ایک کروڑ ۵۰ لاکھ پونڈ کا ہندوستان میں آتا رہا ہے۔ جب جاپانی مال کی یہ کثرت درآمد ہے تو یورپ دیگر ممالک کا اندازہ خود قیاس میں لایا جا سکتا ہے۔ اور معلوم ہو سکتا ہے۔ جو ملک اس حد تک دوسروں کا دست نگر ہو وہ کہاں تک اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو گا۔

موضع راجہ ساہنسی میں مولوی ابوتراب کا مباحثہ سے فرار اور ہمارے چیلنج کا جواب

قرات عیسٰے مطر قادر

(۱) بیناحی و ربی انه و اخانی
انظر الی القرآن کیف یبین

(۲) اخانت تعرض عن هدی الرحمٰن

ناظرین! آپ ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے اخبار الفضل میں مباحثہ راجہ ساہنسی کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اب پھر اس کے متعلق کچھ لکھا جاتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے تھے۔ کہ اس کے متعلق کچھ اور لکھیں۔ مگر مولوی ابوتراب نے اپنے اخبار اہلسنت مورخہ ۱۱۔ نومبر ۱۹۱۹ء میں پھر اس کے ذکر کو چھیڑا ہے۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ مختصراً اس کا رد لکھا جاوے تاکہ حق باطل سے ممیز ہو جاوے ؁

اول تو مولوی صاحب نے اپنے اخبار میں اسبات کو تسلیم کیا ہے۔ کہ جو ہم نے خط و کتابت الفضل میں نقل کی تھی وہ سب درست ہے۔ سوائے دو جگہ کے کہ ایک جگہ ان کے رقعہ میں پندرہ منٹ کی بجائے ۲۵ منٹ لکھا ہے اور دوسرے دو جگہ سے عبارت چھوڑ دی ہے ؁

پہلی بات کے جواب میں واضح ہو کہ آپ کے رقعہ میں پچیس منٹ ہی لکھا ہوا ہے۔ اور دوسرے خود آپ نے جو ہمارا دوسرا رقعہ نقل کیا ہے۔ اس میں بھی پچیس منٹ ہی لکھے ہوئے ہیں جن کے جواب میں آپ نے کسی اپنے رقعہ میں تردید نہیں کی۔

دوسری بات یہ کہ ہم نے عبارت چھوڑ دی ہے۔ تو اس کا جواب میرے مضمون کے شروع میں ہی تھا۔ اور وہ یہ کہ میں نے لکھا تھا :۔

" اب ذیل میں اس خط و کتابت کا خلاصہ جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان ہوئی۔ مختصراً تحریر کرتا ہوں "

پھر مجھ پر الزام کیسا؟ علاوہ ازیں میں نے جو عبارت حذف کی تھی۔ اس سے آپ کو نقصان کیا پہونچا کہ اس پر اتنا واویلا معلوم ہوتا ہے۔ مولوی صاحب کو مخبوط الحواسی کا عارضہ ہے۔ جس کی وجہ سے ان کو اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ کیا لکھنا چاہیئے۔ اور کیا لکھ رہے ہیں۔ کیونکہ اپنے اخبار میں جو انہوں نے اپنا دوسرا رقعہ درج کیا ہے۔ وہ ہمارے دوسرے رقعہ کے جواب میں ہے۔ جس کا پہلے ذکر تک بھی نہیں کیا۔ اور پھر اپنے رقعہ کو پہلے درج کر دیا۔ مولوی صاحب ذرا ہوش سنبھال کر لکھا کریں۔

دیکھیئے! آپ کے دوسرے رقعہ میں لکھا ہے کہ :۔ " تمہارا دوسری شرط کے متعلق یہ کہنا " لیکن ہمارا رقعہ تو نقل نہیں کیا۔ اور جواب پہلے ہی شروع کر دیا ہے

پھر مولوی صاحب کی ایک اور فریب کاری ملاحظہ کے لائق ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک رقعہ اپنی طرف سے بنا کر لکھ دیا ہے۔ کہ یہ ان کا آخری رقعہ تھا۔ جس کا جواب انہیں کوئی نہیں دیا گیا۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہی کافی ہے۔ کیا مولوی ابوتراب حلف اُٹھا کر بیان کرنے کو تیار ہیں۔ کہ ان کا آخری رقعہ جو ہمارے پاس آیا۔ اس کا ہم نے جواب نہیں دیا۔ مثل مشہور ہے۔ " اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے " جواب تو انہوں نے ہمارے آخری رقعہ کا نہیں دیا۔ اور اُلٹا ہم پر الزام لگاتے ہیں۔ کہ ہم نے ان کے آخری رقعہ کا جواب نہیں دیا ؁

پھر مولوی صاحب نے اپنے رقعات میں بہت ہی دست انداز ی سے کام لیا ہے۔ اور اتنی عبارات زائد کی ہیں جنکو میں بوجہ طوالت تمام نہیں لکھ سکتا۔ لیکن بطور " نمونہ مشتے از خروارے " ایک دو جگہ سے نقل کر دیتا ہوں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

" مگر آپ کی عقل پر ہمیں افسوس آتا ہے۔ کہ آپ اس ضروری اور لازمی شرط کو بھی نہیں جانتے۔ اور بلاوجہ انکار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ باوجودیکہ راجہ ساہنسی کے کل باشندے کیا ہندو کیا مسلمان سب کہہ رہے ہیں کہ منصف ضرور مقرر ہونا چاہیئے وغیرہ "

پھر لکھتے ہیں :۔

" مگر یاد رہے۔ کہ ایسا ہونے سے آیت لا اکراہ فی الدین اور لست علیھم بمصیطر کا خلاف ہرگز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ جب نفس مناظرہ کرنا ہی جبر نہیں۔ بلکہ اختیاری امر ہے۔ تو اکراہ کہاں لازم آیا ہاں اگر منصف فیصلہ کرے۔ تو وہ فیصلہ لازمی طور پر ماننا پڑتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا۔ کیونکہ وہ پہلے تعمیل تورات کا حتمی وعدہ کر چکے تھے۔ پھر اس کے ماننے سے انکار کر دیا۔ تب اللہ تعالےٰ نے ان کے سروں پر کوہ طور لا کر کھڑا کر دیا۔ ورفعنا فوقکم الطور "

پھر لکھتے ہیں :۔

" وقال فی الخازن وجاء ان تکون الواسطۃ من جنس البشر کالانبیاء مع اممھم "

یہ ہے۔ مولوی صاحب کی دیانتداری اور ایمانداری۔ حالانکہ ان کے اصل رقعوں میں یہ عبارتیں نہیں پائی جاتیں ؁

مذہبی مناظرہ میں تقرر ثالث۔

اس کے بعد مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ اظہاراً للصواب سے تقرر منصف نکلتا ہے مولوی صاحب! اگر اظہاراً للصواب سے تقرر منصف کی شرط نکلتی ہے۔ تو وہاں اظہاراً للصواب کیسے ہو گا۔ وہاں تو غالب اور مغلوب کا سوال ہو گا۔ کیونکہ اگر صواب جو کہ مناظرہ کی علت غائی ہے۔ ظاہر ہو جائیگا۔ تو دوسرا مناظر اس کو بغیر ثالث کے ہی تسلیم کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب کے مناظرہ دو چیزوں کی نسبت کے درمیان ایسی توجہ کرنے کو کہتے ہیں۔ کہ جس سے اظہار صواب ہو۔ اور اگر ثالث کے تقرر سے بھی غرض صواب کو ہی ظاہر کرنا ہے۔ تو یہ تحصیل حاصل ہے کیونکہ اظہار صواب تو مناظرہ سے ہی حاصل ہے۔ پھر ثالث کی کیا ضرورت؟ اور اسی وجہ سے پہلے مناظرین مناظرہ میں حکم مقرر نہیں کیا کرتے تھے۔ ذرا آپ کوئی ان کی مثال تو پیش کریں۔ کہ انہوں نے کسی مذہبی مناظرہ میں حکم اور ثالث مقرر کیا ہو۔ اور نیز علماء اشراقیین جو کہ دور دراز ملکوں میں رہ کر آپس میں مناظرہ کیا کرتے تھے۔ اور ان کی بھی غرض اظہار صواب ہی ہوتی تھی۔ تو کیا انہوں نے بھی کبھی تقرر منصف کا کیا تھا ذرا مثال تو پیش کریں۔ پس اظہاراً للصواب سے تقرر منصف کی شرط نکالنا بنیاد فاسد بر فاسد ہے

مباحثہ سے کس نے فرار کیا

پھر مولوی صاحب کی اور لیاقت علمیہ کو دیکھیئے۔ " مباحثہ راجہ ساہنسی میں مرزائیوں کو شکست فاش؟ اور یہ مرزائیوں نے مباحثہ نہیں کیا "

اس میں تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ شکست مخالف کبھی بعد از جنگ ہوتی ہے۔ اور کبھی قبل از جنگ فرار کرنے سے بھی شکست کبھی جاتی ہے ٭

مولوی صاحب مباحثہ کرنا اور نہ کرنا دو متضاد باتیں ہیں اور مباحثہ اس وقت تک متحقق ہو نہیں سکتا۔ جب تک کہ فریقین کسی مسئلہ میں بالمقابل گفتگو نہ کریں۔ پس ان شرائط کا جو کہ مباحثہ کے لئے ضروری ہیں طے نہ ہونا۔ اور طے نہ ہونے کی وجہ سے مباحثہ نہ ہونا اسپر مباحثہ کا لفظ اطلاق نہیں پا سکتا۔ پھر فرار کس کی طرف سے ہوا۔ پہلے تو آپ وہاں سے جلد ئیے بھتے نہ کریں۔ اور نیز جائے بحث میں تو آپ نے پاؤں بھی نہ رکھا۔ اور جرأت نہ ہوئی۔ کہ عبدہ کے مقابلہ میں آئیں۔ اور اب امرتسر میں جاکر گیدڑ بھبکیاں دینے لگے ہیں۔

ثالث کی بحث

اب اس کے بعد ہم ثالث کے متعلق کچھ لکھتے ہیں۔ کہ آیا مذہبی مناظرہ میں ایسا ثالث کہ جو یہ فیصلہ کرے کہ فلاں حق پر ہے اور فلاں باطل پر۔ اور اس کا فیصلہ فریقین کو ماننا لازم ہو۔ ہونا چاہیئے یا نہیں؟ کیونکہ یہی ایک شرط ہے۔ جو کہ مناظرہ کی روک واقع ہوئی تھی۔ کیونکہ پہلے حیات مسیح اور وفات مسیح پر بحث کرنا تو مولوی صاحب نے منظور کر لیا تھا۔ جبکہ ہماری باتوں کا ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا تھا۔ مگر منصف کے تقرر کی شرط رہتی تھی۔ جیسا کہ مولوی صاحب اپنے ایک رقعہ میں لکھتے ہیں ؎

"بحث حیات و ممات مسیح کے مسئلہ میں ذرور دیتے ہیں۔ چونکہ ہمیں اس بحث سے آپ کی ہدایت مقصود ہے۔ لہذا ہم اسپر بھی بحث کے لئے تیار ہیں۔ مگر منصف ضرور مقرر ہونا چاہیئے۔"

سو منصف کے تقرر کے لئے واضح ہو۔ کہ مذہبی مناظرہ میں مذکورہ بالا حقوق رکھنے والا ثالث بنانا نقلاً و عقلاً درست نہیں ہے ٭

نقلی صورت

نقلاً تو مذہبی مناظرہ میں ایسا ثالث بنانا اسوجہ سے جائز نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔ اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو۔ تو تمہیں چاہیئے۔ کہ اس کا فیصلہ قرآن مجید و حدیث سے کیا کرو۔ پس اس آیت میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ کسی دوسرے مذہب کا ثالث بنا لیا کرو۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا۔ کہ قرآن کو یہ جواب دے۔ افغیر اللہ ابتغی حکما و ھو الذی انزل الیکم الکتاب مفصلا کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو حکم طلب کر لوں۔ حالانکہ وہ ایسی ذات ہے۔ کہ جس نے تمہاری طرف کتاب کو مفصل اتارا ہے۔ اسواسطے خدا کی کتاب کے سوا مذہبی باتوں میں ثالث بنانے کی ضرورت نہیں۔ اور جو خدا کی طرف سے مبعوث ہوا۔ وہ دوسرے کو خدا تعالےٰ کے سوا کیسے ثالث اور حکم بنائے۔ اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ جو خدائی سلسلہ ہو۔ اس میں حکم اور ثالث نہیں ہو سکتا۔ پس ہم بھی جو کہ اس مسیح موعود کی جماعت ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ میں لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے سوا مذہبی مناظرہ میں کسی کو حکم اور ثالث نہیں بنا سکتے ٭

پھر خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک ٭

کہ قرآن کے درمیان اس چیز کے ساتھ فیصلہ کر جو تیری طرف خدا تعالےٰ نے اتاری ہے۔ اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ اور ڈر ان سے کہ وہ تجھے فتنہ میں ڈالیں بعض ان باتوں سے۔ کہ جو خدا تعالیٰ نے تیری طرف اُتاری ہیں۔ پس جبکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ غیر مذاہب والوں سے بچنا چاہیئے۔ کہ وہ فتنہ میں نہ ڈالیں۔ تو کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ خلاف فیصلہ دیکر ہمیں دین سے پھسلا نہ دیں۔

پس جبکہ حَکَم بنانے کی شرط قرآن مجید میں نہیں پائی جاتی۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک ایسی شرط جو قرآن مجید کے خلاف ہو چاہے سو شرطیں ہوں۔ وہ باطل ہیں۔ تو مذہبی مناظرہ میں ثالث کی شرط بھی باطل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اس کے خلاف ہے اس کے بعد آپ مندرجہ ذیل حدیث دیکھیں ٭

عن ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انکم تختصمون الیّ ولعل بعضکم الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قطعت لہ من حق اخیہ شیئاً فلا یاخذہ فانما اقطع لہ بہ قطعۃ من النار ۔ (رواہ مسلم)

اُم سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میرے پاس مقدمات لاتے ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ بعض تمہارا زیادہ لسان ہو۔ بعض سے یعنی اپنی بات کو وہ زیادہ ثابت کرنیوالا ہوتا ہے۔ تو میں اس کے لئے فیصلہ کر دیتا ہوں۔ اسوجہ سے کہ جو میں اس سے سنتا ہوں۔ حالانکہ وہ امر واقعہ نہیں ہوتا۔ پس جسکے لئے اس کے بھائی کے حق سے میں کچھ حصہ کاٹ دوں۔ تو دوسرے کو چاہیئے۔ کہ وہ اس کو نہ لے۔ کیونکہ میں اس کے لئے آگ کا ٹکڑا کاٹتا ہوں۔

پس جبکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو کہ افضل الانبیاء اور افضل الحاکمین ہیں۔ وہ اپنے فیصلہ پر جو ایک دنیاوی امر کے متعلق ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں واقعہ کے خلاف فیصلہ کروں۔ تو تم کو راست بات اختیار کرنی چاہیئے تو بتلاؤ ایسا ثالث کہ جس کا فیصلہ صحیح ماننا لازمی ہوگا۔ ہمارے پاس کیا دلیل ہوگی۔ کہ ثالث نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ صحیح ہے۔ اور دوسرا مناظر یا پبلک میں سے کوئی شخص جب تک دوسرے مناظر کے دلائل کو خود نہیں سمجھیگا۔ تو وہ ثالث کے اس فیصلہ پر جس کو وہ غلط سمجھتا ہے۔ دوسرے مذہب کو کیسے تسلیم کریگا۔

عقلی صورت

عقلاً اس طرح ثالث نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کا فیصلہ اگر پبلک اور مناظر کو تسلیم کرنا ضروری ہوگا۔ تو جس کے حق میں وہ فیصلہ دیگا اس کے دلائل پبلک اور مخالف مناظر نے سمجھے ہونگے یا نہیں سمجھے ہونگے۔ اگر تو پبلک اور مناظر کی سمجھ میں دوسرے کے دلائل آگئے ہیں۔ تو پھر ثالث کی کوئی ضرورت نہیں پبلک اور مناظر خود سمجھ سکتے ہیں کہ حق کدھر ہے۔ اور باطل کدھر۔ اور اگر پبلک اور مناظر دوسرے کے دلائل کو سمجھے نہیں ہونگے۔ تو ثالث کا فیصلہ کیسے ان دلائل کو صحیح منوا سکتا ہے۔ جبکہ وہ ان دلائل کو غلط خیال کرتے ہیں۔ اگر ایسے ثالث کی شرط لگا دی جائے۔ کہ پبلک یا

مناظرہ دوسرے مذہب کو قبول بھی کرے۔ تو نفاق کی صورت میں اختیار کریگا۔ کیونکہ وہ حقیقتاً اس کو سمجھا نہیں۔ اور نہ ہی وہ اس کو صحیح مانتا ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے منافقین کی سزا ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین کہ منافق مومن ہی نہیں ہے۔ اور ان کو عذاب الیم سے ڈرایا ہے۔ پس جو لوگ جو ایک بات کو سمجھے نہیں۔ ثالث کے کہنے کی وجہ سے ایک مذہب کو ترک کر کے دوسرے مذہب میں داخل ہونے سے دنیا و آخرت میں خائب و خاسر رہینگے۔ اور یہ مناظرہ کی علت غائی کے بالکل برعکس ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ خود لکھتے ہیں کہ ثالث کوئی مسلمان سے ہونا چاہیئے۔ اس لئے وہ احمدیوں سے ہو گا یا غیر احمدیوں سے۔ اور اسبات کے ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں ہو گا کہ ایک فریق کا آدمی دونو فریقوں کے درمیان ثالث ہو اور اگر کوئی غیر جانبدار ثالث بناؤ۔ تو وہ ہم سے اسلام کے مسائل کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ثالث میں فہم اور حق کو قبول کرنا دونوں باتیں ضرور پائی جانی چاہیئیں۔ اور جس میں ان دونوں سے ایک بھی نہ پائی جائیگی وہ ثالثی کے لائق نہیں۔ اس لئے ہم اسپر ہی پہلے اپنی باتوں کو پیش کرینگے۔ پھر اگر وہ کہیگا۔ کہ فلاں بات حق ہے۔ اور فلاں جھوٹ۔ تو پھر جس کو وہ حق کہے گا۔ پہلے اس کو خود ماننی پڑیگی۔ کیونکہ ہر نیک آدمی کو حق بات کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور جو اختیار نہیں کرتا۔ وہ نیک نہیں۔ پھر وہ جس بات کو حق سمجھیگا۔ اور اس کو قبول کرے گا تو ایک طرف ہو جائیگا۔ پھر وہ ثالث نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ غیر جانبدار نہیں رہا۔ اور نیز وہ بھی اگر ایک طرف ہو گا اور اس کو سچا سمجھ کر تو پھر کبھی دوسرے مذہب میں داخل ہونا سمجھیں یہ تو قوت ہوا۔ نہ کہ ثالث کے فیصلہ پر۔ اس لئے ثالث بنانے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ پس پبلک جس بات کو حق سمجھیگی اختیار کریگی۔

آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی مذہبی مناظرہ میں اور نہ اکابر اور تبع تابعین اور خیر القرون نے کوئی ایسا ثالث نہیں مقرر کیا۔ اور ایسا ثالث مقرر کرنے کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ بھی اجازت نہیں دیتیں۔ تو ہم کیسے ایسے ثالث کا تقرر کریں۔ جس کا تقرر نصوص صریحہ کے بالکل خلاف ہے۔

اور پھر ہمارے چیلنج مباحثہ کو منظور کرنے کی بجائے آگے سے چیلنج دے رہا ہے۔ سو ہم آپ کے چیلنج مباحثہ کو منظور کرتے ہیں۔ اگر طاقت ہے تو آؤ اور مناظرہ کرو۔

آپ جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے مریدوں سے مناظرہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو حضور کو کس برتے پر چیلنج دیتے ہیں۔ ہماری جماعت کا ہر ایک فرد اپنے مقابل کے لئے خدا کے فضل سے شاعر کے اس شعر کا مصداق ہے۔

لو کان فی الالف منا واحد فدعوا
من فارس خالهم ایاه یعنونا

کہ اگر ہزار مردوں میں ہم میں کا ایک ہو۔ اور وہ پکارے جاویں کہ ہم میں یا تم میں کون اچھا سوار ہے۔ تو وہ ایک یہی سمجھیگا۔ کہ وہ مجھے ہی ارادہ کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ میں ہی کامل سوار ہوں۔

پس اگر آپ میں مناظرہ کی طاقت ہے۔ تو مناظرہ کر لیویں پس تاریخ اور جائے بحث سے اطلاع دیں کہ کس جگہ آپ مناظرہ کو پسند کرتے ہیں۔ میرے خیال میں شہر بٹالہ موزوں ہے۔ جو کہ فریقین کے درمیان ہے۔

اخیر میں میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ لفظی غلطی پکڑنا جو کہ لکھنے میں انسان سے ہو سکتی ہے۔ آپ کی کم ظرفی پر دلالت کرتی ہے۔ اور آپ ہماری غلطیاں نکالتے نکالتے خود اس کے مرتکب ہو گئے ہیں۔ ذرا ہوش سنبھال کر پہلے اپنے اخبار کو پڑھ لیں۔ اور پھر بتائیں کہ و آخر دعوانا انا الحمد للہ رب العالمین ہوتا ہے یا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تعجب ہے۔ کہ مولوی صاحب خود تو قرآن کریم کی آیت بھی صحیح نہیں لکھ سکتے۔ لیکن ہماری کسی معمولی سی لفظی فروگذاشت پر حد سے زیادہ شور برپا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ خدا ان مولویوں کو سمجھ دے۔

جلال الدین مولوی فاضل (سیکھوانی)

البرہان لاہور کے ایڈیٹر صاحب جواب دیں!

جناب من! میں نے آپ کا شہید نمبر بابت محرم ۱۳۳۸ھ دیکھا دیانت و سیاست کے عنوان سے جو مضمون آپ نے لکھا ہے۔ اس کے متعلق چند باتیں مجھے دریافت طلب معلوم ہوئیں۔ اس لئے گذارش ہے۔ کہ آیندہ اشو میں آپ براہ مہربانی ان باتوں پر ضرور روشنی ڈالینگے۔ اور وہ باتیں یہ ہیں:-

(۱) جناب رسول خدا کو جب کافروں اور منافقوں پر جہاد کرنے کا حکم منجانب اللہ ہوا۔ اسوقت مومنین و مخلصین صحابہ کی تعداد صحیح یا تقریبی کیا تھی؟ اور وقت وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مومنین و مخلصین صحابہ کی تعداد صحیح یا تقریبی کیا تھی؟

(۲) وقت وفات رسول خدا بنی ہاشم اور بنی امیہ کی طاقت تعداد اور دولت کے لحاظ سے بڑھی ہوئی تھی یا شیخین کے قبیلوں کی؟

(۳) جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ شقشقیہ مندرجہ نہج البلاغۃ میں فرمایا ہے۔ لولا حضور الحاضر وقیام الحجۃ بوجود الناصر وما اخذ اللہ تعالیٰ علی العلماء ان لا یقاروا علی کظۃ ظالم ولا سغب مظلوم لالقیت حبلها علی غاربها۔
اس کے متعلق یہ امر دریافت طلب ہے کہ کتنے انصار کے ملنے پر امامت کا قبول کر لینا العلماء پر واجب ہو جاتا ہے۔

(۴) ترک واجب گناہ ہے یا نہیں؟ ہے تو کس درجہ کا صغیرہ یا کبیرہ؟

(۵) رسول خدا کی وفات کے بعد ابوسفیان نے جناب علی کو خلافت بلافصل کا مستحق سمجھکر ابوبکر رض کی بیعت نہیں کی۔ اور جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ آپ بیعت لیجئے۔ اور اگر ابوبکر رض کا خیال ہو۔ تو میں آپ کی خواہش پر ابھی سوار اور پیادوں سے میدان بھر دوں (مفہوم) اسوقت جناب امیر نے بیعت لینے سے انکار فرمایا۔ اور ابوسفیان کے اس فعل کو فتنہ پردازی ٹھہرایا۔ بعدہٗ ابوسفیان نے بمفاد لا بد للناس من امیر برّ او فاجر۔ ابوبکر رض کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس صورت میں ابوسفیان بیعت مذکور کی وجہ سے شرعاً مخطی ٹھہرا یا مصیب؟

(۶) ایک طرف آپ تسلیم کرتے ہیں کہ منہاج نبوت و امامت ایک ہی ہے۔ دوسری طرف قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہ پیشگوئی فرماتا ہے لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بهم ثم لا یجاورونک فیها

الاقلیلا ملعونین اینما ثقفوا اخذوا و قتلوا تقتیلا سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - اب سوال یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ میں اور آپکی وفات کے بعد ہی مدینہ منورہ میں لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ملعونین الآیۃ کا مصداق گروہ کونسا ثابت ہوتا ہے -

(۷) آپ لکھتے ہیں کہ :- جسوقت مسئلہ نیابت رسول میں لوگوں نے اختلاف کیا - اور امور الٰہی میں دخل دے کر اس تقرری کے اصل ہی کو بدلدیا - اس کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں (۱) سنۃ اللہ یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم میں سے جس کسی کو اپنی مرضی کے مطابق منتخب کر کے ہدایت خلق کے لئے مبعوث و مامور فرماتا ہے - اس کے مقابلہ میں لوگوں کے قائم کردہ و منتخب لیڈر کو ذلت و نامرادی آخر کار نصیب ہوتی ہے - اور اس رسول و مامور من اللہ کی تعلیم دنیا میں پھیل جاتی ہے - اور اس کے مصدقین کی جماعت منکرین پر غالب آجاتی ہے - اس سنۃ اللہ کو مدنظر رکھ کر یہ دیکھنا چاہئیے - کہ فرائض نبوۃ کی انجام دہی کا ظہور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس اصحاب میں سے کس پاک وجود میں جلوہ گر اور نصرت الٰہی کا تاج کس خلیفہ محمدی کے فرق مبارک پر تاباں و درخشاں نظر آتا ہے -

(۲) مسئلہ نیابت نبویہ میں تقرری کی اصل کیا ہے ؟ اور آیا - انکی تائید میں قرآن کریم کی کوئی آیت یا حدیث نبوی صحیح مرفوع متصل متواتر قطعیۃ الدلالت موجود ہے - اگر ہے تو براہ مہربانی پیش کی جائے ؟

(۳) تواتر کی صحیح تعریف آپکی تحقیق کے مطابق کیا ہے ؟

(۸) واقعہ کربلا کے اسباب حقیقی کیا تھے - اور انکی علت غائی کیا تھی - جن لوگوں نے حضرت امام حسین اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا ارتکاب کیا وہ کون تھے - کہاں کے رہنے والے تھے - ان کا مذہب کیا تھا - معتبر تواریخ سے جن کو آپ بھی معتبر سمجھتے ہوں تحریر فرمائیے (۹) کیا ائمہ اثنا عشر میں سے کسی نے مہدویت اور مامور من اللہ ہونیکا دعویٰ پبلک میں علانیہ کبھی پیش کیا - اگر کیا تو وہ وحی والہام پیش اور ثابت کئے جائیں

الراقم المستفسر سید صادق حسین مختار عدالت و سکرٹری انجمن احمدیہ (اٹاوہ)

یاد رفتگاں یا گذرا ہُوا زمانہ

آتا ہے یاد ہم کو گذرا ہُوا زمانا
احمدؑ کا ہم میں ہونا وحی خدا کا آنا

وہ قادیاں کی بستی وہ تخت گاہ احمدؑ
ماہ دسمبر آنا - دارالاماں کو جانا

وہ شہ نشین مسجد - وہ شمع بزم احمدؑ
پروانہ وار اسپر - عشاق گرتے آنا

وہ پیارا پیارا چہرہ - وہ اسکی پیاری باتیں
اور چشم و گوش دونوں کا اس سے حظ اٹھانا

وہ مسجد مبارک اور وہ امام صافی
وہ شوق دل سے اسکا قرأت ہمیں سُنانا

وہ حضرت مبارک جو تھا شبیہ احمدؑ
وہ اس کا کم سنی میں کرنا ادا دوگانا

وہ اُسوۂ شہادت عبداللطیف کابل
وہ اس کا راہ حق میں سب کچھ پہ کھیل جانا

وہ ظالموں کا اس پر بارانِ سنگ کرنا
وہ اس کی استقامت اسوقت پر دکھانا

احمدؑ نبی پہ اس کا جاں تک نثار کرنا
عہد و فا کا اس کا آخر تلک نبھانا

وہ نور دین اعظم وہ جانشین احمدؑ
وہ اس کا سوز دل سے قرآں ہمیں پڑھانا

وہ اس کے وعظ و خطبے وہ اسکو پاک لیکچر
وہ اس کا آپ بیتی ہر واقعہ سُنانا

وہ اس کے پند وحدت اور اتحاد قومی
وہ اس کا تفرقہ کو ہر طرز سے ہٹانا

وہ سرکشوں کو اس کا حکمت سے تاڑ لینا
وہ ان کی سرکشی کو ہر رنگ میں دبانا

وہ اس کی چشم پوشی وہ اس کی دور بینی
کمزوروں پہ ہم کو حکمت سے گر سکھانا

والدین سے بڑھکے ناصح مادر سے زیادہ مشفق
استاد دین کے اس کا انساں ہمیں بنانا

انساں ہمیں بنانا مولا کی رہ دکھانا

احمدؑ کی پیروی میں قرآن پر چلانا
وہ محمود مصطفیٰ کا بدر سپاہ کوٹی
وہ درد دل سے اسکا اشعار اپنے گانا

وہ آسمان والا احمدؑ اور اُسکے ساتھ والے
یہ کیا جو چلدئے ہیں باقی کو اب ہے جانا

جو آج دیکھتے ہو کل وہ بھی پھر نہ ہونگے
باقی رہینگے ان سے پیچھے فقط فسانا

پہلے تو چلدئے ہیں پچھلے ہیں جانیوالے
بُلبل نے کل چمن میں گایا تھا یہ ترانا

یہ یاد رفتگاں ہے یوسف نے جو سُنایا
تم درد دل سے سن لو اوروں کو بھی سُنانا

قاضی محمد یوسف احمدی از پشاور

مہمان خانہ کیلئے آہنی لوٹے

برادران ! مہمان خانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام میں وضو کرنے کے لئے آہنی لوٹوں کی سخت ضرورت ہے - جو دوست آہنی لوٹے بھیج سکتے ہوں یا جن کے علاقہ میں بنتے ہوں - جسقدر وہ دے سکتے ہوں - ضرور بموقعہ جلسہ سالانہ اپنے ہمراہ لیتے آویں یا کسی دوست کے ہاتھ بھجوادیں - مبارک ہیں وہ جو اس تکلیف سے اپنے بھائیوں کو نجات دلاکر دعائیں لینگے - والسلام

سید ناصر شاہ افسر لنگر خانہ قادیان

نہایت مفید اور ضروری کتابیں

مکتوبات احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نایاب اور قیمتی خطوط کا ایک مجموعہ ہے - جو حضور مختلف لوگوں کو لکھتے رہے قیمت ۱۲

حقیقۃ النبوۃ مسئلہ نبوت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی زبردست تصنیف ہو جسمیں نہایت عمدگی سے سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ثبوت دیا گیا ہے - قیمت ۸ / + دفتر ناظر تالیف و اشاعت قادیان

فہرست نومبائعین

یہ نمبر شمار جنوری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتا ہے۔ مگر اسے بالکل مکمل نہ سمجھنا چاہئیے۔ بعض ایسے لوگ جو قادیان میں آکر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے نام محفوظ رکھنے کی اس وقت تک کوئی مناسب تدبیر نہیں کی گئی۔ پھر بعض دفعہ بیعت کرنیوالوں کے نام مہتمم ڈاک کی فہرست سے بھی کسی نہ کسی باعث سے رہ جاتے ہیں۔ دفتر الفضل کو جس قدر نام مہیا ہو سکتے ہیں۔ ان کو شائع کر دیا جاتا ہے اور انہی کا یہ نمبر شمار ہے۔

(ایڈیٹر)

بقیہ بابت ماہ۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

۱۴۳۸۔ نور محمد صاحب — ضلع ملتان
۱۴۳۹۔ رحیم بخش صاحب — 〃 〃
۱۴۴۰۔ رمضان صاحب — 〃 〃
۱۴۴۱۔ صالح محمد صاحب — 〃 〃
۱۴۴۲۔ حکیم سید علی اظہر صاحب لکھنوی — 〃 گلبرگہ
۱۴۴۳۔ سید نذیر شاہ صاحب — 〃 ہزارہ
۱۴۴۴۔ محمد رمضان صاحب — ریاست پٹیالہ
۱۴۴۵۔ اہلیہ صاحبہ ملک فیروز الدین صاحب — ضلع سیالکوٹ
۱۴۴۶۔ عنایت حسن خان صاحب — 〃 بجنور
۱۴۴۷۔ اہلیہ صاحبہ 〃 〃 〃 — 〃 〃
۱۴۴۸۔ فرزند 〃 〃 〃 — 〃 〃
۱۴۴۹۔ اہلیہ صاحبہ مستری نور محمد صاحب — 〃 کرنال
۱۴۵۰۔ مہر سردار محمد صاحب — 〃 لائلپور
۱۴۵۱۔ مہر محمد صادق صاحب — 〃 〃
۱۴۵۲۔ شیخ نجیب صاحب — بھاگلپور
۱۴۵۳۔ مہر امام الدین صاحب — 〃 لائلپور
۱۴۵۴۔ بی بی عمری بیگم — 〃 〃
۱۴۵۵۔ عائشہ بی بی — 〃 گورداسپور
۱۴۵۶۔ فرزند — 〃 〃
۱۴۵۷۔ شاہ نواز صاحب — 〃 〃
۱۴۵۸۔ والدہ صاحبہ شیخ محمد افضل صاحب — ریاست پٹیالہ
۱۴۵۹۔ اہلیہ صاحبہ محمد حسن صاحب — شملہ
۱۴۶۰۔ میاں الٰہی بخش صاحب — لاہور
۱۴۶۱۔ حافظ محمد یعقوب صاحب — شملہ
۱۴۶۲۔ حاجی خان صاحب — ضلع گوجرات
۱۴۶۳۔ مستری محمد صدیق صاحب — 〃 کرنال
۱۴۶۴۔ جان محمد صاحب — امرتسر
۱۴۶۵۔ شیخ عبد الغنی صاحب — دہلی
۱۴۶۶۔ مبارکہ بیگم — ضلع سیالکوٹ
۱۴۶۷۔ صدیقہ بیگم — 〃 〃
۱۴۶۸۔ میاں نظام الدین صاحب — 〃 گورداسپور
۱۴۶۹۔ خدا بخش صاحب — 〃 سیالکوٹ
۱۴۷۰۔ اہلیہ 〃 〃 — 〃 〃
۱۴۷۱۔ فاطمہ — 〃 سہارنپور
۱۴۷۲۔ غفوراں — 〃 〃
۱۴۷۳۔ اہلیہ مظفر حسین صاحب — 〃 〃
۱۴۷۴۔ محمد معصوم خان صاحب — علیگڑھ
۱۴۷۵۔ مولوی عبد السلام مولوی سلامت اللہ صاحب — 〃
۱۴۷۶۔ محمد خان صاحب — ضلع شاہپور
۱۴۷۷۔ مائی مریم — 〃 ملتان
۱۴۷۸۔ مہر الٰہی بخش صاحب — 〃 〃
۱۴۷۹۔ خدا بخش صاحب — 〃 〃
۱۴۸۰۔ بختاور — 〃 〃
۱۴۸۱۔ ہاجرہ بی بی — 〃 〃
۱۴۸۲۔ عبد الحکیم صاحب — 〃 〃
۱۴۸۳۔ اللہ وساوی — 〃 〃
۱۴۸۴۔ اللہ وسایا صاحب — 〃 〃
۱۴۸۵۔ غلام فاطمہ — 〃 〃
۱۴۸۶۔ رحم خاتون — 〃 〃
۱۴۸۷۔ عظیم خاتون — 〃 〃
۱۴۸۸۔ دوے خان صاحب — 〃 ہوشیارپور
۱۴۸۹۔ اہلیہ صاحبہ منشی حامد حسین خان صاحب — میرٹھ
۱۴۹۰۔ عبد الحق صاحب — ضلع گورداسپور
۱۴۹۱۔ محمد اسمٰعیل صاحب
۱۴۹۲۔ نظام الدین صاحب
۱۴۹۳۔ عبد الرزاق صاحب — ضلع منٹگمری
۱۴۹۴۔ اہلیہ 〃 〃 — 〃 〃
۱۴۹۵۔ فرزند 〃 〃 — 〃 〃
۱۴۹۶۔ فرزند 〃 〃 — 〃 〃
۱۴۹۷۔ مولوی عنایت اللہ صاحب — 〃 سیالکوٹ

ماہ نومبر ۱۹۱۹ء

۱۴۹۸۔ پیر خان صاحب — کونگو افریقہ
۱۴۹۹۔ رحیم بخش صاحب — ضلع گوجرانوالہ
۱۵۰۰۔ فتح محمد صاحب — 〃 ڈیرہ اسمٰعیل خان
۱۵۰۱۔ صدر الدین صاحب — 〃 پشاور
۱۵۰۲۔ قادر بخش صاحب — 〃 〃
۱۵۰۳۔ نشان علی صاحب — 〃 سیالکوٹ
۱۵۰۴۔ جھنڈے شاہ صاحب قریشی صدیقی — 〃 گوجرانوالہ
۱۵۰۵۔ مالن بی بی — 〃 جہلم
۱۵۰۶۔ فاطمہ بی بی — 〃 〃
۱۵۰۷۔ عبد اللہ خان صاحب — 〃 〃
۱۵۰۸۔ علی محمد صاحب — 〃 〃
۱۵۰۹۔ عبد الرحمٰن صاحب — 〃 〃
۱۵۱۰۔ سعید النساء — ریاست پٹیالہ
۱۵۱۱۔ صفدری — 〃 〃
۱۵۱۲۔ اختری — 〃 〃
۱۵۱۳۔ ابراہیم صاحب — ضلع سیالکوٹ
۱۵۱۴۔ مسماۃ حسین بی بی — 〃 〃
۱۵۱۵۔ مسماۃ حسین بی بی — 〃 گوجرات
۱۵۱۶۔ خاتم النساء بانو — بنگال
۱۵۱۷۔ فتح شیر صاحب — ضلع گوجرانوالہ
۱۵۱۸۔ کریم بی بی — 〃 لائلپور
۱۵۱۹۔ محمد سعید صاحب — ریاست پونچھ
۱۵۲۰۔ شیر محمد صاحب — منڈی
۱۵۲۱۔ برکت اللہ صاحب — سکندر آباد
۱۵۲۲۔ محمد سلیم اکبر صاحب — چوبیس پرگنہ
۱۵۲۳۔ اللہ دتا صاحب — ضلع گوجرانوالہ

(باقی آئندہ انشاء اللہ العزیز)

کلام الامام

مسٹر ساگر چند سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا خطاب

آزمائش کے بعد ایمان کی حقیقت کھلتی ہے

ذیل میں ان نصائح کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔ جو سید حضرۃ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے ۹؍ دسمبر ۱۹۱۹ء کو قریباً ۱۲ بجے مسجد مبارک میں مسٹر ساگر چند بیرسٹر ایٹ لا کو فرمائیں۔ اور اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل نے قلم بند کیں۔

معمولی ابتدائی گفتگو کے بعد حضور نے فرمایا:۔

روحانی اور ایمانی ترقی کا وقت

اب جبکہ آپ ولایت سے واپس آگئے ہیں۔ آپ کی روحانی اور ایمانی ترقی کا وقت ہے۔ جو لوگ وہاں جاتے ہیں۔ انمیں سے بہت سے اپنے پہلے مذہب کو بدل لیتے ہیں۔ کتنوں پر وہاں کی آزادی کا اثر پڑتا ہے اور کتنوں ہی پر وہاں کی موجودہ عیسائیت اپنا اثر کرتی ہے اور بہت سے وہاں کے تمدن میں جذب ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب وہ لوگ وہاں سے واپس آتے ہیں۔ تو ان کے پرانے تعلقات پھر ان کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتے ہیں ٭

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ دو چیزیں ہیں۔ جو انسان پر بہت مؤثر ثابت ہوتی ہیں (۱) تعلقات جن کو غالباً انگریزی میں ایسوسی ایشن کہتے ہیں۔ اور دوسری چیز جذبات اور احساسات جن کو انگریزی میں فیلنگز کہتے ہیں۔ اثر انداز ہوتے ہیں ٭

جذبات کا اثر

وہ بڑے بڑے کام جو یوں محنت اور مشقت سے نہ ہو سکیں۔ مگر جب جذبات کو ابھار دیا جائے۔ تو فوراً ہو جاتے ہیں۔ تمام علوم اور ہنر اور تحقیقاتیں جذبات کے مقابلہ میں بسا اوقات دھری رہ جاتی ہیں۔ تاریخ اس امر کی شاہد ہے۔ حکومتوں نے جذبات کے ماتحت پلٹے کھائے ہیں۔ مثلاً دلی کی حکومت کا آخری چراغ جب گل ہوا۔ تو اسوقت ایک ایسا وقت بھی آیا۔ کہ انگریزوں کی پوزیشن سخت نازک ہو گئی تھی۔ بادشاہ کی بیگم جس کا نام زینت محل تھا۔ کہتے ہیں کہ اگر اس کے مکان کے سامنے توپ خانہ رکھا جاتا۔ اور وہاں سے گولہ باری کی جاتی۔ تو امید کی جاتی تھی کہ انگریزی فوج کو سخت نقصان پہنچتا۔ مگر بادشاہ بیگم جو در پردہ انگریزوں کی ہم خیال اور ان سے متفق تھی۔ کیونکہ اس کو امید تھی۔ کہ جو تغیر ہوگا۔ وہ اس کے بیٹے کے لئے مفید ہوگا۔ جب توپ خانہ وہاں رکھا گیا۔ تو بیگم نے کہا کہ مجھے غشی آنے لگی ہے۔ گولہ باری نہ کرو۔ بادشاہ خود اس کے پاس گیا اور کہا۔ کہ یہ وقت نہایت نازک ہے۔ ہمارے افسر کہتے ہیں کہ ایسا عمدہ موقعہ گولہ باری کے لئے ہے۔ کہ ہمیں یقیناً فتح ہوگی۔ بادشاہ بیگم چونکہ دل میں اور ارادہ رکھتی تھی اس نے بادشاہ سے کہا۔ کہ اچھا گولہ باری ہو۔ مگر پہلے آپ اپنے ہاتھ سے مجھے قتل کر دیں۔ بادشاہ اس جذبہ محبت کا مغلوب ہو گیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ خاندان ہمیشہ کے لئے مٹ گیا۔ تو جذبات کا اثر علم پر۔ تجربہ پر سب پر غالب آتا ہے۔ اور اگر دنیا میں دیکھا جائے۔ تو کثیر حصہ گناہوں کا محض جذبات کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ مثلاً شہوت سے تعلق رکھنے والے گناہ یا رشوت ستانی وغیرہ۔ تمام جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ایک شخص جانتا ہے کہ رشوت بری چیز ہے۔ لیکن وہ دیکھتا ہے۔ کہ بیوی کی پرورش میرے ذمہ ہے۔ اور میرے بچے اس سے پرورش پائینگے۔ پس یہ جذبہ غالب آتا ہے۔ اور اس کے اس علم پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ جو اس کو رشوت کی برائی کے متعلق ہوتا ہے۔ اس طرح فیلنگز (جذبات) علم اور تجربہ پر غالب آتے ہیں ٭

تعلقات کا اثر

دوسری بات تعلقات اور علاقے ہوتے ہیں۔ جن کا اثر انسان پر پڑتا ہے۔ اور ان علاقوں کا اثر در حقیقت عادت کی وجہ سے ہوتا ہے ایک انسان جب وطن سے دور ہوتا ہے۔ تو آہستہ آہستہ وہ عادات جو اس کو پڑی ہوئی تھیں۔ فراموش ہوتی جاتی ہیں لیکن جب وہ واپس اپنے وطن کی طرف آتا ہے۔ تو ان گلیوں کو دیکھ کر جنہیں وہ پھرتا تھا۔ اور ان آدمیوں کو دیکھکر جنمیں وہ رہتا تھا۔ طبیعت خود بخود ان عادات کی طرف لوٹتی ہے جنمیں وہ اسوقت مبتلا تھا۔ جبوقت ان گلیوں اور ان آدمیوں کے ساتھ اس کا تعلق تھا۔ چنانچہ خواہ کتنا عرصہ ایک انسان اپنے وطن سے دور رہا ہو۔ جس وقت اپنا وطنی آدمی اسے مدت کے بعد نظر آوے۔ تو بے اختیار اسے اپنی زبان یاد آجاویگی۔ اس میں کلام کرنا چاہیگا۔ اپنے کھانے یاد آجاوینگے۔ اگر وہ مہمان ہے۔ تو ویسے کھانے تیار کرا کے اسے کھلائیگا۔ کیونکہ عادات اس تحریک سے پھر آگے آجاویگی تو ایک چیز کو دیکھ کر جس سے انسان وابستہ رہا ہو۔ پرانی آرزوئیں اور تمنائیں اور عادتیں اور جذبات عود کر آتے ہیں۔ پس آپ کے لئے اصل فیصلہ کا وقت اب ہے۔ جب آپ ہندوستان میں آگئے ہیں۔ مجھے تو اب معلوم ہوا ہے کہ آپ کے والد صاحب زندہ ہیں۔ وہ بھی آپ کے لئے ایک کشش ہیں۔ ان پرانے خیالات کی طرف جن کو آپ ترک کر چکے ہیں۔

حقیقی تحقیقات اب ہوگی

اس ملک میں اگر بھی اگر تمام علاقوں اور جذبات کے مقابلہ میں آپ کی پہلی تحقیق ثابت اور قائم رہی۔ تب آپ کی تحقیق حقیقی تحقیق کہلا سکتی ہے۔ اور آپ کا ایمان پختہ ایمان ہوگا۔ اور آپ کا پہلا نتیجہ اور فیصلہ میرے نزدیک یقینی نتیجہ نہیں۔ کیونکہ جبوقت آپ نے وہ نتیجہ نکالا تھا۔ اسوقت آپ کے مقابلہ میں یہ جذبات اور علائق نہ تھے۔ جو اب ہیں۔ اس لئے وہی نتیجہ دائمی نتیجہ ہوگا۔ جس پر ان علائق اور جذبات کے مقابلہ میں آپ پہنچینگے۔

یکطرفہ فیصلہ

اگر آپ ان علائق اور ان جذبات کا مقابلہ کر سکے۔ اور عادات قدیمہ پر غالب آگئے۔ تب آپ کا نتیجہ اور فیصلہ درست مانا جائیگا۔ لیکن جب تک یہ چیزیں آپ کے آگے نہ تھیں اس وقت کا فیصلہ تو اس ضرب المثل کا مصداق تھا۔ کہ "تنہا پیش قاضی روی راضی آئی" (یہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح نے متبسم ہو کر فرمایا۔ کہ یہاں تو معاملہ اس کے بھی برعکس ہے۔ کیونکہ آپ تنہا پیش قاضی نہیں گئے۔ بلکہ (قاضی عبد اللہ صاحب کی طرف دیکھ کر جو پاس ہی بیٹھے تھے کہا کہ) قاضی آپ کے پاس گیا تھا) دوسرے

فریق کی سنی ہی نہیں ۔ ہمارے مبلغوں کی باتیں سنیں ۔ اور آپ نے سمجھا ۔ کہ یہ باتیں معقول ہیں ۔ آپ نے ان کو قبول کر لیا ۔ لیکن ان کے مقابلہ میں دوسرا کوئی سنانے والا نہ تھا ۔ اس لئے یہ فیصلہ یک طرفہ ہے ۔ پہلی باتیں جو آپ نے سنی ہوئی تھیں ۔ وہ اس عمر کی تھیں ۔ جبوقت کی سنی ہوئی باتیں چنداں یاد نہیں رہتیں ۔ پس اس وقت مقابلہ نہ تھا ۔ ہمارے مبلغوں نے آپ کو جو کچھ سنا دیا آپ نے اس کے مطابق فیصلہ کر لیا ۔ گو یہ باتیں معقول ہیں ۔ درست ہیں ۔ اب آپ یہاں آئے ہیں ۔ اور یہاں فریق مخالف کے بھی لوگ ہیں ۔ جو کہتے ہیں ۔ کہ ہمارے پاس بھی اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل ہیں ۔ اس لئے یہاں مقابلہ ہو گا ۔ پھر اس وقت فیلنگز آپ کے سدراہ نہ تھے ۔ یہاں فیلنگز بھی ہیں ۔ پس وہ فیصلہ آپ کا ایک طرفہ تھا ۔ اور اس فیصلہ کے قبول کرنے میں کوئی روک نہ تھی ۔ مگر اب کا فیصلہ زیادہ غور اور فکر کا نتیجہ ہوگا اور تمام روکوں کو مدنظر رکھ کر ہو گا ۔ اگر اب بھی اسی پہلے فیصلہ پر قائم رہے ۔ تب معلوم ہو گا ۔ کہ آپ نے پہلا فیصلہ بھی خوب سوچ سمجھ کر کیا تھا ۔ ورنہ ایک جلد بازی کا فیصلہ سمجھا جاویگا ۔

مشکلات کو مدنظر رکھ کر جو فیصلہ کیا جائے وہ حقیقی فیصلہ ہوتا ہے

درحقیقت جو فیصلہ بغیر راہ میں آنے والی مشکلات کو مدنظر رکھنے کے کیا جاتا ہے وہ حقیقی فیصلہ نہیں ہے قرآن کریم نے اس بات کو نہایت لطیف طور پر بیان فرمایا ہے ۔ فرماتا ہے :-

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون ۔ کہ کیا لوگوں نے خیال کر لیا ہے ۔ کہ ان کے صرف اتنا کہدینے سے کہ ہم ایمان لے آئے ۔ ان کو چھوڑ دیا جائے گا ۔ اور ان کا امتحان نہیں لیا جائیگا ۔

فتنہ کے معنے ہوتے ہیں ۔ آگ میں ڈالکر کھوٹے کھرے کو پرکھنا جیسا کہ سونا آگ میں ڈالا جاتا ہے ۔ پس اسی طرح ایک شخص اگر ایمان کا دعوی کرتا ہے ۔ تو اس کو ایک آگ میں ڈالا جاتا ہے ۔ جو تعلقات اور جذبات کی آگ ہوتی ہے ۔ اگر اس آگ میں پڑکر وہ سلامت نکلے خدا تعالےٰ فرماتا ہے ۔ تب ہم اس کو مومن کہیں گے ۔ یہ فتنہ (آزمایش) میں پڑنے کا معاملہ آپ کے ولایت میں نہیں ہو سکتا تھا ۔ کیونکہ وہاں پر وہ لوگ نہ تھے ۔ جن سے آپ کا مذہبی تعلق ہوتا ۔ نہ وہ چیزیں تھیں ۔ جن کو علائق کہتے ہیں ۔ اور نہ آپ کے جذبات ابھارنے کے سامان تھے ۔ کیونکہ وہاں کے لوگوں کے نزدیک جیسا اسلام غیر مذہب تھا ۔ ویسا ہی ہندوؤں کے مختلف مذاہب غیر ۔ اور اگر وہ لوگ آپ سے نفرت کرتے بھی ۔ تو بھی آپ کہہ سکتے تھے ۔ کہ ان کی نفرت میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتی کیونکہ وہاں آپ کی اقامت عارضی تھی ۔ لیکن یہاں یہ بات نہیں ۔ کیونکہ یہاں پر وہ لوگ بھی ہیں ۔ جن سے آپ کا مذہبی اتحاد رہا ہے ۔ اور پھر آپ کے والد صاحب ہیں ۔ بھائی بہن ہیں ۔ دوسرے رشتہ دار ہیں ۔ بیوی ہے یہ وہ تمام باتیں ہیں ۔ جو عادات قدیمہ اور جذبات پر اثر ڈالنے والی ہوتی ہیں ۔ ان مختلف کششوں کے مقابلہ میں اگر آپ اسی نتیجہ پر قائم رہیں ۔ جو آپنے نکالا ہے ۔ تو وہ درست ہو گا ۔ ولایت میں تو یہ بات تھی کہ وہاں آپ خواہ کتنا ہی لمبا عرصہ رہتے ۔ لیکن آپ کا یہ کبھی خیال نہیں ہوا ہو گا ۔ کہ وہ آپ کا وطن ہے اس لئے وہاں کے لوگوں کی مخالفت پر آپ کہہ سکتے تھے کہ ہم اپنے وطن میں چلے جائینگے یا کسی اور جگہ چلے جائینگے مگر یہاں کے لوگوں کی مخالفت پر آپ یہ کہکر دل کو تسلی نہیں دے سکتے ۔ کہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا ۔ کیونکہ آپ کو اسی ملک میں رہنا ہو گا ۔ پس یہ مختلف فتنے ہیں ۔ مختلف آزمائشیں ہیں ۔ اور مختلف امتحان ہیں ۔ اگر آپ ان میں پورے اتریں تو البتہ آپ کا فیصلہ درست ہو گا ۔ مسلمان سینکڑوں برس سے چلے آتے ہیں ۔ لیکن اسی قاعدہ کے مطابق جب ان کا امتحان لیا گیا ۔ تو بہت سے رہ گئے ۔ رسول کریم کے وقت میں عورتوں تک کو ایمان کا اظہار کرنے کی وجہ سے مخالفین کی طرف سے طرح طرح کی مصیبتیں پہنچائی گئیں ۔ لیکن انہوں نے ان تمام کششوں اور تمام علاقوں اور جذبوں کو اسلام کے مقابلہ میں چھوڑ دیا ۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا ۔ کہ اسلام حق ہے ۔

امتحان انسان پر اسکی حقیقت کھولتا ہے

بہت دفعہ ہوتا ہے کہ انسان خیال کرتا ہے کہ میں ایک بات مانتا ہوں ۔ لیکن جب امتحان آکر پڑتا ہے ۔ تو رہ جاتا ہے ۔ کیونکہ پہلے ان تمام باتوں کا جو اس بات کے ماننے میں علائق اور جذبات کی صورت میں مانع ہوتی ہیں ۔ اس کو علم نہیں ہوتا ۔ یا اگر ہوتا ہے ۔ تو وہ چیزیں اس کے سامنے نہیں ہوتیں ۔ اور جب سامنے آجاتی ہیں ۔ تو پھر اس کو معلوم ہو جاتا ہے ۔ کہ اس کا پہلا خیال کمزور تھا ۔ اور ماننے کا دعویٰ درست نہ تھا ۔ بہت لوگ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں رہتے ہیں ۔ مگر ان کو معلوم نہیں ہوتا ۔ کہ انہیں اپنے ملک سے محبت ہے ۔ لیکن جب ایک شخص کو اس وطن سے علیحدہ کیا جاتا ہے ۔ اور حکماً کیا جاتا ہے ۔ تو وہ ان جگہوں کو دیکھتا ہے ۔ ان عمارتوں کو دیکھتا ہے ۔ ان درختوں کو دیکھتا ہے ۔ اور دیکھ دیکھ کر رو دیتا ہے اسوقت اس کو معلوم ہوتا ہے ۔ کہ اسے اپنے وطن سے کیسی محبت تھی ۔ یہ حالت معمولی لوگوں کی ہی نہیں ہوتی ۔ بلکہ بڑے بڑے علم والوں کی ہوتی ہے ۔ نپولین کے متعلق لکھا ہے ۔ کہ جب اس کو انگریزوں نے ماخوذ کر لیا ۔ اور اس کو لے چلے ۔ بادل پھٹا ۔ اور اس کو فرانس نظر آیا ۔ تو اس نے ٹوپی اتار لی ۔ اور کہا "الوداع اے فرانس" نپولین کے اس قول کا یہ اثر پڑا ۔ کہ وہ انگریز افسر جو اس کے نگہبان تھے انہوں نے بھی اپنی ٹوپیاں اتار لیں ۔

فرانس کی محبت کا اظہار جس طرح اس وقت نپولین سے ہوا جب وہ فرانس میں ہوتا ہو گا ۔ اس کو کبھی محسوس بھی نہیں ہوا ہو گا ۔ کہ اس کو اس قدر فرانس سے محبت ہے ۔

ہمارے ملک کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے ۔ جب اس کو جلاوطن کیا گیا ۔ تو اس نے وطن کی محبت کا اظہار اس شعر میں کیا کہ ؎

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہوا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنو

یوں تو وطن سے باہر عموماً لوگ سیر کے لئے جاتے ہیں ۔ لیکن جب حکماً ان کو بھیجا جائے ۔ اور پھر لوٹنے کی امید نہ ہو

تب وطن کی محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ بچوں تک کو دیکھو۔ اپنے والدین سے لڑتے ہیں۔ کہ ان کو سیر کرائی جائے۔ لیکن کسی کو یوں پکڑ کر دوسری جگہ لے جاؤ۔ تو کس قدر اس کو رنج پہنچتا ہے۔ تو حقیقی استقامت۔ اصل ایمان۔ سچی بہادری کا پتہ تبھی لگتا ہے۔ جب مقابلہ ہو۔ عموماً لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ بڑے بہادر ہیں اور جب وہ اخبارات میں پڑھیں۔ کہ کوئی فوج بھاگ گئی۔ تو وہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ اسقدر بزدل آدمی بھی ہوتے ہیں۔ جو میدان مقابلہ سے بھاگ جاتے ہیں لیکن انہی لوگوں کو میدان جنگ میں لے جاؤ۔ ان میں سے نتر انیّی فیصدی بزدل ثابت ہونگے۔ عموماً فوجیں اپنی ہی گولہ باری سے ڈر کر لڑتی ہیں۔ ورنہ ایک بڑی تعداد میدان جنگ سے بھاگ جاوے۔ میں نے ایک دفعہ ایک سپاہی سے دریافت کیا۔ کہ آجکل فوجوں میں بہادری کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ ہم بہادری کو نہیں جانتے۔ ہمارے پیچھے توپ خانہ ہوتا ہے۔ اور آگے دشمن کی فوج۔ اگر بلا حکم پیچھے ہٹیں تو اپنے ہی توپ خانہ کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس لئے یہ خیال کرکے کہ بلا حکم پیچھے ہٹے۔ تب اپنوں کے ہاتھوں سے مارے جاوینگے۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ دشمن سے ہی لڑیں تا مریں تو دشمن کے ہاتھ سے مریں۔ اور اگر بچ جاویں تو انعام پاویں۔

پھر بعض اقوام اسی لئے لڑنے والوں کو شراب پلا کر میدان میں بھیجتی ہیں۔ اور سکھوں میں بھی یہی رواج تھا۔ بلکہ سوائے مسلمانوں کے سب قوموں میں یہی طریق رائج رہا ہے۔ شراب پلانے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ بزدلانہ خیالات دل میں نہ آنے پاویں۔ غرض حقیقی بہادر بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن خیال سب لوگ ہی کر لیتے ہیں۔ کہ ہم بہادر ہیں۔ اور جب تک تجربہ کا موقعہ نہیں آتا۔ یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا فیصلہ درست ہے مگر جب وہ واقعات سامنے آتے ہیں۔ تو ان کو اپنے فیصلہ پر پچھتانا پڑتا ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ بہادر ہیں۔ مگر موقعہ پر ان پر اپنی غلطی کھل جاتی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں کسی سے محبت ہے۔ اور واقعہ میں وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا سینہ مثلاً اولاد کی محبت سے معمور ہے۔ مگر جب کوئی موقعہ پڑتا ہے۔ تو ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ اصلی محبت نہ تھی۔ صرف ایک نفس کا دھوکا تھا۔ یورپ کے بعض واقعات میں نے پڑھے ہیں کہ بعض تھیٹروں میں تماشہ کے وقت آگ لگی۔ تو کئی مائیں اپنے بچوں سے۔ کئی بھائی اپنے بھائیوں سے۔ کئی خاوند اپنی بیویوں سے اور کئی بیویاں اپنے خاوندوں کو دھکے دیتے ہوئے اپنی جانوں کے بچانے کے لئے دروازہ کی طرف بھاگے۔ حالانکہ اس گھبراہٹ سے اور بھی زیادہ نقصان ہوتا ہے۔

جذبات کا مقابلہ کرکے صداقت پر قائم رہنا بہادری ہے

تو جو انسان جذبات سے متاثر ہو کر صداقت یا اپنے فیصلہ پر قائم نہ رہ سکے۔ اس کا پہلا فیصلہ فیصلہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ ایک شخص خیال کرتا ہے۔ کہ خدا کا حکم ہے۔ کہ رشوت نہ لوں۔ مگر دوسری طرف جذبہ محبت ہے۔ کہ وہ دیکھتا ہے۔ کہ اولاد بھوکی ہے۔ بیوی کے تن پر کپڑا نہیں۔ اسوقت باوجود جاننے کے کہ رشوت ستانی خدا کے حکم کے خلاف ہے۔ وہ شخص اس جذبہ محبت کے زیر اثر رشوت لے لیتا ہے اگرچہ دل میں وہ سمجھتا تھا۔ کہ اس کو خدا سے محبت ہے۔ اور وہ اظہار بھی کرتا تھا۔ مگر جب موقعہ آیا تب کھل گیا۔ کہ خدا کی محبت کا دعویٰ بے دلیل تھا۔ اسی طرح بہت لوگ جھوٹ کو برا جانتے ہیں۔ مگر جب وہ خیال کریں کہ کسی دوست کی جان جھوٹ بولنے سے بچ سکتی ہے۔ تو وہ جھوٹ بولنے میں دریغ نہیں کرتے۔ اور اس طرح پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ خدا کی محبت اور جھوٹ سے نفرت قبل از امتحان کا ایک خیال تھا۔

امتحان کا وقت

غرض اب آپ کے امتحان کا وقت آیا ہے۔ . . . . ایک طرف آپ کے جذبات ہیں۔ اور علائق ہیں۔ رشتہ دار ہیں۔ طبعی محبت ابھرتی ہے۔ اور وہ قرب ظاہری کے ساتھ باطنی قرب بھی چاہتی ہے۔ ایسی حالت میں بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ ہم کیوں ایسی بات کریں۔ جس سے ہمارے ان متعلقین کو تکلیف پہنچے۔ باپ کو رنج ہو۔ ماں کو اتنی بھاری آپ شادی شدہ ہیں۔ اور بیوی کی محبت ایک فطری اور قدرتی محبت اور تقاضہ ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کی فطرت مسخ ہو گئی ہو سب انسانوں میں یہ محبت ہوتی ہے اور یہ محبت اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کے ماتحت ہوتی ہے کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مدنی الطبع پیدا کیا ہے۔ ہر شخص کا دوسرے شخص پر سہارا ہوتا ہے۔ تو بالطبع انسان چاہتا ہے۔ کہ کوئی دوست بنائے۔ چونکہ انسان دوست بنانے میں غلطی کر سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے جذبات انسان میں رکھے۔ کہ جن کے ہونے سے ایک مرد عورت کو اپنے لئے دوست اور غمگسار بنا لیتا ہے اور ایک عورت ایک مرد کو غمگسار بنا لیتی ہے پس بیوی کی محبت ایک فطرتی امر ہے۔ جس کو بناوٹ سے تعلق نہیں۔ پس بیوی کی محبت بھی اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہ تمام تعلقات اور جذبات کسوٹی کی طرح ہیں۔ ان پر پرکھے جانے کے بعد دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے۔ سونا وہی قابل تسلی ہے۔ جو کسوٹی پر لگنے سے خالص ثابت ہو۔ جب انسان ان آزمائشوں میں پورا اترا اور ان باتوں نے اس پر کوئی اثر نہ کیا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پاک ہو گیا۔ اور اس وقت کہا جائیگا۔ کہ اس میں ایمان پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کے لئے امتحان اب شروع ہوا ہے پس آپ کو چاہیئے۔ کہ اب خاص طور پر ان تمام نتائج پر جرح کریں۔ جو آپ نے اب تک نکالے ہیں۔ اگر اب آپ کی جرح میں وہ تمام نتائج صحیح ثابت ہوں۔ تو پھر وہ قابل قدر ہونگے۔

احتیاط ضروری ہے

یہ ہمارے شاہ صاحب (سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو مسٹر ساگر چند کے برابر ہی دائیں طرف بیٹھے تھے راقم) جن سے شاید آپ کا اب انٹروڈیوس ہو گیا ہو گا۔ ان کو میں نے تعلیم عربی کی تکمیل کے لئے مصر میں بھیجا تھا۔ یہ تھوڑے عرصہ کے بعد مصر کو چھوڑ کر شام میں چلے گئے مجھے اس قسم کے حالات نظر آئے۔ کہ ان کا شام میں جانا مضر تھا۔ میں نے ان کو ملامت کے خطوط لکھے۔ اور ان کے ساتھ جو دوسرے صاحب تعلیم کے لئے گئے تھے (یہ دوسرے صاحب جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب

مولوی فاضل سابق لالہ ٹنکہ داس لاہوری ہیں راقم) انکو لکھا کہ وہ فوراً وہاں جائیں۔ اور ان کو شام سے لے آئیں۔ لیکن اس عرصہ میں جنگ شروع ہوگئی۔ اور وہ وہاں نہ جاسکے۔ اور شاہ صاحب وہیں رہے۔ جب یہ یہاں سے گئے تھے۔ تو ایسی عمر میں گئے تھے۔ کہ صحیح نتائج پر اعلیٰ طریق سے نہ پہنچ سکتے تھے۔ انہوں نے وہاں علمی تحقیقاتیں کیں۔ خدا نے ان کو ذہن رسا دیا تھا۔ علوم میں بہت جلدی ترقی کر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہاں یہ رتبہ دیا کہ آہستہ آہستہ وہاں کے گورنمنٹ عربی سلطانیہ کالج کے انٹرنل اسسٹنٹ ڈائرکٹر (مدیر داخلیہ) ہو گئے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ کن کن حالات میں سے گذرے۔ اور کن کن خیالات کا ان کو مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ جو کچھ بھی تھے۔ بہرحال نسلی طور پر ان پر ہمارا حق تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کی پیدائش اس دین پر ہوتی۔ جو خدا نے اس کے لئے پسند کیا۔ مگر ابواہ یھودانہ او ینصرانہ بعد میں ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ ان کے والدین خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ اس لئے ہمارا ان پر احمدیت کا حق تھا۔ لیکن جب یہ چھ سال کے بعد واپس آئے۔ اور انہوں نے آتے ہی چاہا۔ کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں تو میں نے ان کو روک دیا۔ اور کہدیا کہ آپ ابھی ٹھیریں اور صبر کریں۔ اور جو کچھ ہم کہتے ہیں۔ اسپر غور کریں۔ اور جن خیالات پر آپ یہاں سے گئے تھے۔ ان کو سوچیں اگر وہ باتیں اب بھی درست معلوم ہوں۔ تو بعد میں آپ بیعت کریں۔ چنانچہ ایک یا ڈیڑھ مہینہ تک سوچتے رہے۔ اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔ کہ میں آپ کی تحقیقات کے بعد بھی اسی نتیجہ پر قائم ہوں۔ جسپر پہلے تھا۔ اس لئے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ پھر میں نے ان سے بیعت لی۔

کسی عقیدہ پر انسان کو مجبور کرنا اسپر ظلم ہے

در حقیقت یہ انسان پر ظلم ہے۔ کہ اس کو کسی عقیدہ پر مجبور کیا جائے اور اس کو موقع نہ دیا جائے کہ وہ خوب غور و فکر سے اور سوچے۔ اور سوچ سمجھ کر کسی عقیدہ کو ترک کرے یا کسی کو قبول کرے۔ اور اسپر قائم رہے

اصل میں ایمان تب ہی پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ حالت ہو جائے۔ کہ تمام دنیا کی محبتیں اور تمام دنیا کے علاقے اور تمام دنیا کی کششیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہو جائیں۔ ایمان میں پوشیدگی کی ضرورت نہیں۔ اگر کمزور ایمان ہو۔ تو وہ تو شیشے کے برتنوں کی طرح ہے کہ جس کے ہر وقت ٹوٹنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ کچا برتن ایک مصیبت ہے۔ اگر انسان اس مصیبت سے نجات چاہتا ہے۔ تو اس کو آگ میں ڈالدے تاکہ وہ پختہ ہو جائے۔

پس میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنی تحقیقات کو دھرائیں۔ اور دیکھیں۔ کہ جس بات کو آپنے علمی طور پر صحیح پایا تھا۔ اب اس کے مخالف باتیں سن کر اور علاقوں کی موجودگی اور جذبات کے ابھرنے پر بھی آپ ان کو صحیح پاتے ہیں۔ اور ان پر قائم رہنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ اگر اس دوبارہ غور و خوض میں بھی آپ کو یہ نتائج صحیح اور یہ فیصلہ درست معلوم ہو۔ اور آپ اسپر قائم رہنے کی جرأت اپنے اندر پاتے ہوں تو پھر یہ ایک قابل قدر چیز ہوگی۔ جہاں آپنے پہلا فیصلہ کیا ہے۔ اس ملک میں یہ جذبات اور تعلقات آپکے آگے نہ تھے۔ اب آپ جب ہندوستان میں آگئے ہیں۔ تو وہ جذبات اور تعلقات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ اگر وہ تحقیقات صحیح ثابت ہو۔ اور آپ اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تب آپ کی تحقیق آپکے لئے بھی .. .. .. اور آپ کے دوستوں کے لئے بھی موجب تسلی اور باعث خوشی ہوگی ؛

کیسا ایمان چاہیئے

ہمیں تو حقیقت میں وہ ایمان پسند ہے۔ جو ایسا پختہ ہو جس کے بعد کوئی تحقیقات اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے بعض اوقات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کوئی بات فرماتے اور پھر فرماتے۔ کہ ولا فخر۔ اسی طرح میں بھی مجبوراً مثال کے طور پر نہ کہ کسی فخر کے لئے کہتا ہوں۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ کوئی علم اور کوئی تازہ ترین تحقیقات قطعاً قطعاً مجھ پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ خواہ کسی علمی طریق پر اسلام کی صداقت کی

جانچ کی جائے۔ میں اس کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ ورنہ ایمان کا اعلیٰ درجہ اس سے بہت بلند ہے۔ پس ایمان کی یہ خصوصیت ہے۔ کہ خدا خود سکھاتا ہے۔ بیسیوں دفعہ نئے سے نئے علوم سامنے آتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن مجھے اسی وقت اس کے متعلق خدا تعالیٰ علم دیتا ہے۔ اور اس وسعت کے ساتھ دیتا ہے۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ اور ایسے ایسے علم دیتا ہے۔ جن کے متعلق پہلے میں نے کبھی کوئی بات نہ پڑھی ہوتی ہے نہ سنی۔ اور وہ علم جو آتا ہے۔ وہ خدا کی طرف سے کشف کے طور پر آتا ہے۔ یہاں پر لوگ آتے ہیں۔ اور گفتگو کرتے ہیں اور بعد میں کہدیتے ہیں۔ کہ آپ نے تو یہ علم خوب پڑھا ہوا ہے۔ حالانکہ میں نے وہ علم نہیں پڑھا ہوتا۔ اور یہ بات ایمان کو اور بھی پختہ کرتی ہے۔ خواہ کوئی سا علم ہو۔ جس کو لوگ کتنا ہی اچھنبا خیال کرتے ہوں۔ اس کے سامنے آنے پر فوراً خود بخود اس کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اگر وہ بات غلط ہو تو اس کی غلطی اور اگر درست ہو۔ تو اس کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے

(اتنا فرمانے کے بعد چند لمحہ حضرت اقدس خاموش رہے اور پھر اس طرح فرمانا شروع کیا کہ:)

جس قدر علاقہ مضبوط ہو اُسی قدر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

علاقوں کا تعلق اتنا ہوتا ہے۔ مثلاً آپکے ساتھ نام کا تعلق ہے۔ یہ لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ آپ کو اسلام سے محبت ہے۔ اس علاقہ کی وجہ سے کتنے ہی آپ کو آگے ملنے کے لئے گئے اور یہ جو اس قدر یہاں موجود ہیں۔ سب آپ کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف نام کا تعلق ہے۔ اور پھر جتنا جتنا تعلق بڑھتا جاتا ہے۔ اسی کے مطابق اس کا اثر بڑھتا جاتا ہے۔ ایک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی صحابہ کا تعلق تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جنگ احد میں پتھر لگے۔ اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ اسوقت ایک صحابی ابو دجانہ حضور کے پاس تھے۔ وہ آپ کی طرف منہ اور مخالفوں کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے۔ انکی پیٹھ پر بارہ تیر لگے۔ بعد میں ان سے پوچھا گیا کیا آپ کو تیر لگنے سے درد نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے جواب دیا

کہ کیوں نہیں۔ پھر کہا گیا۔ کہ اس کا اظہار تو نہیں کیا۔ جواب دیا کہ میں نے اس وقت اُف نہ کی کہ اُف کے ساتھ انسان کا بدن کانپتا ہے۔ میں جانتا تھا۔ کہ اگر اُف بھی کی۔ تو جسم میں لرزہ پیدا ہو گا۔ اور ممکن ہے۔ اس لرزش میں کوئی حصہ حضور کے جسم کا تیر کی زد میں آجائے۔ اور تیر آلگے اس لئے میں نے اسوقت اُف تک نہیں کی۔ بارہ تیر تھوڑے نہیں ہوتے۔ آج کل تو کسی شخص کو اگر دو تین تیر بھی لگ جائیں۔ تو وہ گر پڑے۔ تو جتنا جتنا علاقہ مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی اس کا اثر بھی بڑھتا جاتا ہے۔

اصلی ریشنلزم اسلام ہی ہے

(اتنا فرمانے کے بعد حضور نے تھوڑا سکوت کیا اور پھر فرمایا۔ کہ) اسلام ہی درحقیقت ریشنلزم ہے۔ لوگ تو بے عقلی کا نام عقل رکھتے ہیں۔ مگر اسلام عقل کو عقل کہتا ہے۔ یہ اسلام ہی ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ جس بات کو مانو۔ دلیل سے مانو۔ قرآن کریم میں اس کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ کہ منافق تیرے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تو رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ تو سچ ہے۔ کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ مگر اللہ کہتا ہے۔ کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ بے دلیل اور اوپرے دل سے کہتے ہیں۔ اس لئے جھوٹے ہیں۔ پس قرآن کریم تو کہتا ہے کہ جو مانو دلیل سے مانو۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ وہ اس آیت پر غور کریں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ اور آپکی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ ان کے متعلق کہتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں جو مذہب تلوار سے پھیلایا جاوے۔ اس کی تو یہ کوشش ہوتی ہے۔ کہ لوگ نام ہی اختیار کر لیں۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔ لوگ خود آکر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن ان کو کہدیا جاتا ہے۔ کہ تم مسلمان نہیں۔ کیونکہ تم بے دلیل اور جھوٹے دل سے کہتے ہو۔ یہ ایک نہایت لطیف بات ہے۔ یہی سچا ریشنلزم ہے۔ کہ کوئی عقیدہ جو دل سے نہ مانا جائے۔ اور جس کی بنیاد دلائل پر نہ ہو۔ ماننے کے قابل نہیں۔ اسی بات کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔ کہ لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰی من حی عن بینۃ (۸-۴۴) اسلام کی بنیاد یہ ہے۔ کہ جس نے مرنا ہے۔ وہ دلیل سے مرے۔ اور جس نے زندہ ہونا ہے وہ دلیل سے زندہ ہو۔ اور عقل یہی چاہتی ہے۔ کہ جس علم کے متعلق دریافت کرنا ہو۔ اس کے حقیقی ماہر کے پاس جاویں۔ مثلاً مریض ہو۔ تو طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاوے۔ اور ڈاکٹروں میں سے بھی اس کو چنے۔ جو واقعہ میں اس فن کو جانتا ہو مگر یہ بے عقلی ہے۔ کہ انسان ایک ڈاکٹر کا انتخاب کر کے پھر اس کو اس کے نسخہ کے متعلق مشورہ دے۔ عقل کا پہلا کام انتخاب کرنا ہے۔ اس کو چاہیئے۔ کہ ڈاکٹر کے انتخاب کرنے میں محنت کرے۔ مگر جب اس نے ڈاکٹر کو انتخاب کر لیا۔ تو پھر اس کا دوسرا کام یہ ہے۔ کہ اس کے بتائے ہوئے نسخہ کو قبول کرے۔ اور خود اس کا استاد نہ بنے۔ کیونکہ ہر ایک شخص اپنے پیشہ کو خوب سمجھتا ہے۔ اسی طرح مذاہب کا حال ہے۔ عقل چاہتی ہے کہ جب تک کسی مذہب کی صداقت ثابت نہو۔ اس کو قبول نکیا جائے لیکن یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ کہ سچا مذہب دیکھ کر اور معلوم کر کے پھر اس کے حکموں پر جرح کرے۔ اور اپنی منشاء کے مطابق اس کو بنانا چاہے۔ خدا تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے کہ وہ کس طرح راضی ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے ایک مہمان کو بغیر اس کے بتائے ہوئے کہ وہ کس طرح راضی ہو سکتا ہے۔ راضی نہیں کر سکتے۔ پھر خدا تعالےٰ کو بغیر اس کے بتائے کے اپنے من گھڑت طریقوں پر قدم مار کر کس طرح راضی کر سکتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اس سے پوچھیں۔ کہ خدایا تیری رضامندی کس مذہب میں ہے۔ اور خدا کا کام ہے۔ کہ وہ بتائے۔ کہ کونسا مذہب اس کا پسندیدہ اور اس کے منشاء کے مطابق ہے۔ اور کس مذہب پر عمل کر کے ہم اس کی رضامندی حاصل کر سکتے ہیں۔ پس اسلام نے عقل کی بنیاد کو قائم کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ڈاکٹر کے انتخاب کے وقت عقل سے کام لیں لیکن جب ہم ایک ڈاکٹر کو انتخاب کر لیں تو یہ ہمارا فرض نہیں۔ کہ ہم اس کے بتائے ہوئے نسخہ پر جرح کریں۔ پہلی کتابوں کا یہ طریق تھا۔ کہ وہ کہتی تھیں کہ ہم کہتے ہیں کہ تم مان لو۔ لیکن اسلام کی یہ تعلیم نہیں دیر کی بات ہے۔ کہ ایک پادری مجھے ایک مقام پر ملا۔ وہ تیس سال سے ہندو مسلمانوں میں تبلیغ کر رہا تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ اس سے گفتگو کروں۔ اس سے ملاقات کی۔ وہ چونکہ بازار میں ملا تھا۔ اس لئے میں نے اس سے مکان پر ملنے کے لئے وقت مانگا۔ جب میں دوسرے دن اس سے ملنے کے لئے گیا۔ تو میں نے پوچھا۔ کہ آپکے مذہب کی بنیاد کس مسئلہ پر ہے۔ اس نے کہا۔ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید پر۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ ذرا مجھے یہ سمجھایئے تو سہی۔ لمبی گفتگو کے بعد اس نے کہا۔ کہ میں نے اس مسئلہ کی اچھی طرح سٹڈی نہیں کی۔ اور میں اس کو اس لئے مانتا ہوں۔ کہ بائبل میں لکھا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اول تو درست نہیں کہ بائبل میں اس کی تعلیم ہے۔ دوسرے اگر ہو بھی تو ہم کیسے اس کو تسلیم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ بائبل کا ماننا تو اس مسئلہ کے ماننے پر موقوف ہے پھر اس نے کہا کہ کفارہ کے مسئلہ کی میں نے خوب تیاری کی ہے۔ اس میں گفتگو کریں میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ جب اس میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو آخر میں اس نے کہا۔ کہ اصل بات یہ ہے۔ کہ میرے ماں باپ کا یہ مذہب تھا۔ اور میں عیسائی ہوں۔ اس لئے میں اس کو مانتا ہوں۔ ورنہ میرے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔

تو یہ طریق بہت غلط ہے۔ کہ فلاں بات فلاں کتاب میں لکھی ہے۔ اس لئے اس کو مان لو۔ پہلا سوال تو یہ ہے۔ کہ اس کتاب کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ جو کتاب پہلے سچی ثابت ہو جاوے۔ تو پھر اس کے تفصیلی حالات ماننے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات تو ہر ایک کہہ سکتا ہے۔ کہ میری کتاب سچی ہے۔ دلائل سے جب تک اس دعوے کا فیصلہ نہ ہو۔ کس طرح کسی کتاب کو مانا جا سکتا ہے۔ لیکن جب ثابت ہو جائے کہ فلاں کتاب خدا کی کتاب ہے۔ اور اس وقت بھی دلائل سے۔ اس کے متعلق بھی یہ کہنا۔ کہ ہم ہر ایک حکم کو اپنی عقل کے ماتحت لا کر پھر مانینگے۔ نادانی ہے۔ کیونکہ تفصیلات میں ہمیشہ ماہر فن کی بات پر اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہ علیحدہ

بات ہے۔ کہ وہ کتاب ساتھ ہی یہ بھی بتاوے۔ کہ کیوں فلاں حکم کو مانو۔ مگر ایک شخص جو ہر قسم کے دلائل کی رو سے مانتا ہو۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اس کے لئے حق نہیں۔ کہ وہ اس کے احکام پر جرح کرے۔ کہ فلاں بات ماننی چاہئے اور فلاں نہیں۔ بلکہ اس کے پیرو کا تو یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس کے ہر حکم کو مانے۔ یا پھر اس کی صداقت سے انکار کرے۔ جیسا کہ ایک شخص کا حق ہے۔ کہ وہ بہترین ڈاکٹر کو انتخاب کرے۔ لیکن ڈاکٹر کو انتخاب کر لینے کے بعد اس کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ اس کے بتائے ہوئے نسخہ پر جرح کرے۔ کہ اس میں فلاں دوائی کیوں ہے۔ اور فلاں کیوں نہیں۔ اگر کوئی شخص ڈاکٹر کے بتلائے ہوئے نسخہ پر جرح کریگا۔ تو ڈاکٹر اس کو کہیگا۔ کہ تو اس علم سے جاہل ہے۔ جو میں بتاتا ہوں۔ اسپر عمل کر۔ اسی طرح مثلاً آپ نے قانون پڑھا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے پاس مقدمات لاتا ہے۔ اور کہے کہ آپ اس طرح اس مقدمہ کو چلائیں۔ جس طرح میں کہوں۔ تو آپ اس کو یہی جواب دینگے۔ کہ قانون میں نے پڑھا ہے۔ اس لئے مقدمہ کی باریکیوں اور قانونی نکتوں کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ تم اس میں دخل دینے والے کون؟ پس ہر ایک شخص کا حق ہے۔ کہ وہ ڈاکٹر اور بیرسٹر یا وکیل کا انتخاب کرتے وقت خوب عقل سے کام لے۔ اور اچھی طرح جرح کرے۔ تعض بڑے سائن بورڈ اور دلالوں کے جھگڑوں میں نہ آجائے۔ لیکن جب کامل تحقیق و تدقیق سے معلوم کرے۔ کونسا ڈاکٹر یا بیرسٹر یا وکیل قابل ہے۔ تو پھر اس کے نسخوں اور اس کی تجاویز میں دخل نہ دے۔ اور یہی عقلمندی کا رستہ ہے۔ اسی طرح ہر ایک شخص پر یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اچھے سے اچھا پروفیسر اور مدرسہ اور کالج تلاش کرے۔ لیکن تلاش کر چکنے کے بعد یہ حق نہیں۔ کہ پروفیسر کو مشورہ دے۔ کہ جس طرح آپ پڑھاتے ہیں۔ یہ طریق ٹھیک نہیں جس طرح میں بتاتا ہوں۔ اس طرح پڑھائیں۔ اور اگر آپ میرے بتلائے ہوئے طریق پر پڑھائینگے۔ تو میں فیس دونگا۔ ورنہ نہیں۔ حالانکہ یہ سخت ترین غلطی ہوگی۔ کیونکہ جو جس فن کا آدمی ہوتا ہے۔ وہی اس کے متعلق خوب سمجھ سکتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ پس ریشنلزم والوں اور اہل مذاہب دونوں نے غلطی کی۔ اور دونوں افراط و تفریط میں جا پڑے۔ ریشنلزم والوں کا یہ کہنا کہ جو ہماری عقل میں آئے گا۔ مانینگے غلطی ہے۔ اور اہل مذاہب کا محض یہ کہنا کہ چونکہ ہمارا مذہب تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے اسے ماننا چاہیئے۔ غلطی ہے۔ اسلام نے وسطی طریق اختیار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پہلے تم خوب غور کرو۔ اور دیکھو۔ کہ سچا مذہب کون ہے اور کس میں سچائی کے دلائل اور نشانات اور برکات ہیں جب تم اپنی عقل کے زور سے یہ معلوم کرلو کہ فلاں مذہب اسوقت خدا کی طرف سے ہے۔ پھر اس کے احکام کے آگے چون و چرا نہ کرو۔ ان کو بجالاؤ۔ جس طرح ایک ڈاکٹر کے نسخہ پر بغیر چون و چرا کے عمل کرنا عین عقلمندی ہے۔ اسی طرح جب یہ کھل جائے۔ کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ اسپر بھی بے چون و چرا عمل کرنا چاہیئے۔ یہ ایک درمیانی رستہ ہے۔ اس کے مطابق تمام باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ اور کھل جاتا ہے۔ کہ کونسا مذہب حق ہے۔

اشتہارات

اطلاع احمدیہ سٹور سے

پہلے احمدیہ سٹور کا سال ۳۰۔ نومبر کو ختم ہوتا تھا۔ مگر تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اسوقت حساب کرنے میں مفصلہ ذیل دقتیں ہیں۔ اول اسوقت موسم گرما کی اجناس کا اکثر حصہ موجود ہوتا ہے۔ ان کے تولنے میں بہت سا خرچ ہوتا ہے۔ اور پھر قیمتیں بھی فرضی ہی لگانی پڑتی ہیں جو ٹھیک نہیں ہے۔ دوم نومبر اور دسمبر کے مہینہ میں موسم سرما کی اجناس کی خریداری شروع ہوتی ہے۔ مگر حساب کی وجہ سے عملہ سٹور فارغ نہیں ہوتا۔ اس لئے انکی خریداری رہجاتی ہے۔ اور اس طرح بڑا بھاری نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ پچھلے سال اسی طرح حساب میں لگے رہنے کیوجہ سے ہم خریف کی کوئی جنس بھی نہیں خرید سکے تھے۔

مذکورہ بالا وجوہات کو مدنظر رکھ کر اس سال حساب بجائے ۳۰ نومبر کے ۱۵ مارچ ۱۹۲۰ء کو بند کرنے کا فیصلہ ہوا ہے۔

غلام محمد نائب ناظر امور عامہ مینیجر احمدیہ سٹور قادیان

بہت سخت ضرورت ہے

صیغہ تعلیم قادیان کے جاری کردہ مدارس احمدیہ میں حسب ذیل قابلیت کے استادوں کی ضرورت ہے:۔

(۱) ایک احمدی انسپکٹر جو انگریزی میں اچھی قابلیت رکھتا ہو اور کم از کم بی۔ اے۔ بی ٹی پاس ہو۔ ایس۔ اے۔ وی کو ترجیح دی جائیگی۔

(۲) دو ایس۔ وی۔

(۳) مڈل سکولوں کے لئے بی۔ اے۔ بی ٹی۔ ایف۔ اے پاس یا انٹرنس پاس۔ تجربہ کار استاد۔ محض انٹرنس پاس بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

(۴) کئی نارمل پاس پرائمری سکولوں کی اول مدرسی کے لئے

(۵) گرل سکولوں میں کام کرنے کے لئے زنانہ معلمات

(۶) صرف اُردو مڈل پاس استاد۔

(۷) دفتر تعلیم کے لئے انٹرنس پاس کلرک۔

تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔ ۱۰ جنوری ۱۹۲۰ء تک تمام درخواستیں جناب ناظر صاحب تعلیم و تربیت قادیان کی خدمت میں پہنچ جانی چاہئیں۔

قادیان دارالامان میں ٹریننگ کلاس و نارمل کلاس

اپریل ۱۹۱۹ء میں ٹریننگ کلاس جاری کی گئی تھی۔ اس کے طلباء فروری ۱۹۲۰ء میں امتحان سے فارغ ہوکر مدارس احمدیہ میں چلے جائینگے۔

آنیوالے سال میں قادیان میں دو کلاسیں کھولنے کا ارادہ ہے۔ ایک ٹریننگ کلاس جسمیں اردو پرائمری پاس اور مڈل فیل امیدواروں کو داخل کیا جاویگا۔ اور دوسری نارمل کلاس جسمیں اردو مڈل پاس امیدوار داخل ہو سکتے ہیں۔ وظیفہ ٹریننگ کلاس والوں کو فی طالب علم سات روپے اور نارمل والوں کو نو روپے دیا جائیگا۔ ہر ایک کلاس میں بیس وظائف ہونگے۔ یہ کلاسیں ممکن ہے ۱۵ مارچ ۱۹۲۰ء

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا)